لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

النور

ہجرت-احسان ۱۳۹۱ ہش
مئی-جون ۲۰۱۲ء

خلافت نمبر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مسجد فضل لندن کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد نماز کی امامت کراتے ہوئے ایک نایاب تصویر

Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

Our Mission is to Reduce Hunger and Wastage of Food with a Vision to Make America Hunger Free.

FEED THE HUNGRY

Humanity First USA
300 E. Lombard Street, Suite 840
Baltimore, MD 21202
877.994.3872
http://usa.humanityfirst.org
EIN No: 20-0464012

Contact us at
feedthehungry@us.humanityfirst.org

Advocate Against Hunger, Poverty, and Wastage!
Get Involved!
Champion the Cause!

Make a Contribution!

http://www.firstgiving.com/fundraiser/FHAdonation

Why Does Hunger Matter?

- 48.8 million Americans, including 16.2 million children & 6 million seniors struggle with hunger.
- Hungry children & teens show greater behavioral, emotional, academic and health problems.
- Hunger costs our nation ~ $167.5 billion due to the cost of adverse health, lack of education & productivity.

No American, young or old, should be forced to make a choice between food and basic necessities.

Waste Less = More Food!

- The average household creates ~ 1.3 pounds of food waste/day.
- About 220 billion pounds of food is thrown away/year = filling a 90,000 seat football stadium to the brim/day = tossing $15/$100 that you earned into the trash.

مئی۔جون 2012

جماعت احمدیه امریکه کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّه

فہرس

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ○

(سورة البقرة : 186)

اور اس ہدایت کی بناء پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 65}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette

15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ط وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(البقرة:144)

اور اے مسلمانو! جس طرح ہم نے تمہیں سیدھی راہ دکھائی ہے، اُسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کی امت بنایا ہے۔ تا کہ تم (دوسرے) لوگوں کے نگران بنو اور یہ رسول تم پر نگران ہو اور ہم نے اس قبلہ کو جس پر تُو (اس سے پہلے قائم) تھا صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ تا ہم اُس شخص کو جو اس رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے اُس شخص کے مقابل پر جو ایڑیوں کے بل پھر جاتا ہے (ایک ممتاز حیثیت میں) جان لیں اور یہ امر ان لوگوں کے سوا جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے (دوسروں کے لئے) ضرور مشکل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (ایسا) نہیں کہ تمہارے ایمانوں کو ضائع کرے۔ اللہ یقیناً سب انسانوں پر نہایت مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ :

اس آیت سے اُمّت محمدیہ میں بعثتِ مامورین کا بھی ثبوت نکلتا ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کو اس لئے کھڑا کیا گیا ہے کہ وہ دائمی طور پر آنحضرت ﷺ کا فیضان لوگوں کو پہنچاتی رہے مگر چونکہ یہ خطرہ تھا کہ ایک زمانہ میں خود مسلمان ہی اس فرض سے غافل ہو جائیں گے۔ اس لئے فرمایا کہ جب یہ فیضان مسلمانوں کی بدعملی کی وجہ سے بند ہو جائے گا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود شہید بن کر دنیا میں آ جائیں گے یعنی جب اُمّتِ محمدیہ دوسروں کی نگرانی نہ کر سکے گی بلکہ خود نگرانی کی محتاج ہو جائے گی تو یہ رسول ہی اس کی اصلاح کرلے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کو پیچھے رکھا ہے اور تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کو مقدّم کیا ہے۔ اگر اس میں صرف رسول کریم ﷺ کے زمانے کا ذکر ہوتا تو یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا پہلے اور لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ بعد میں ہوتا کیونکہ صحابہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سکھایا تھا۔ پھر صحابہؓ نے دوسروں کو سکھایا مگر قرآن کریم نے یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کو پیچھے رکھا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا سے پہلی بعثت مراد نہیں بلکہ اس سے آپ کی دوسری بعثتیں مراد ہیں۔ یعنی جب کبھی اُمّتِ محمدیہ کی نگرانی میں فرق پڑ جائے گا۔ اور مسلمانوں کا نمونہ اچھا نہیں رہے گا اُس وقت رسول کریم ﷺ پھر شہید اور نگران بن کر دنیا میں آ جائیں گے اور پھر مسلمانوں کی تربیت کر کے انہیں اس قابل بنا دیں گے کہ وہ دوسروں کی تربیت کریں غرض یہ ترتیب بتاتی ہے کہ اس جگہ محمد رسول اللہؐ کی بروزی بعثتوں کا ذکر ہے اور الفاظ قرآنی بھی بتاتے ہیں کہ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ سے صرف رسول کریم ﷺ کے وقت کے لوگ مراد نہیں۔ بلکہ اس سے قیامت تک کے زمانہ کے لوگ مراد ہیں۔۔۔ مگر چونکہ رسول کریم ﷺ اپنے جسمانی وجود کے ساتھ ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے اسلئے یہ آیت آپ کی بعثت بروزی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ اُمّتِ محمدیہ دوسروں کی اصلاح کیلئے کھڑی کی گئی ہے لیکن جب خود اُمّت محمدیہ میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا تو اس وقت کوئی باہر کا نبی اس کی اصلاح نہیں کرے گا بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی اپنی امت کی بروزی رنگ میں اصلاح فرمائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ آیت بھی اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے کیونکہ اگر اسلام عالمگیر مذہب نہ ہوتا اور قیامت تک قائم رہنے والا مذہب نہ ہوتا تو اصلاح خلق کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بروزی رنگ میں مبعوث نہ کیا جاتا۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 231,230)

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: اِنَّ لَهُ مَرْضِعًا فِى الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا وَلَوْ عَاشَ لَعُتِقَتْ اَخْوَالُهُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتَرَقَّ قِبْطِيٌّ۔

(ابن ماجه كتاب الجنائز باب ماجاء فى الصلوٰة على ابن رسول اللهصلى اللهعليه وسلم وذكر وفاته صفحه 237/1مطبع علميه1313ھ)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ فوت ہوئے تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا اگر میرے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے تو وہ صدیق (یعنی سچ کا پرچار کرنے والے) نبی ہوتے اور ان کے ننھیال جو مصری قبطی ہیں (کفر کی) غلامی سے رہائی پاتے۔

☼☼☼☼☼☼

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَآءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَاِنَّهُ لَانَبِيَّ بَعْدِىْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَآءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔

(بخاری كتاب المناقب باب ما ذكر عن بنى اسرائيل۔ مسلم و مسند احمد صفحه 297/2)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل کی سرداری اور حکومت انبیاء کے سپرد ہوتی تھی۔ جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی بھیج دیا جاتا (جو اپنے احکام جاری کرتا) لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں (جو اپنے احکام جاری کرے) بلکہ میرے بعد (میرے ہی احکام کی پیروی کرنے والے) خلفاء ہوں گے اور فساد کے زمانہ میں بعض اوقات ایک سے زیادہ لوگ خلافت کا دعویٰ کرنے والے ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ایسی صورت میں آپؐ کا کیا حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس کی پہلے بیعت کرو اس کی بیعت کے عہد کو نبھاؤ اور اسے اس کا حق دو۔ خود خلفاء اللہ تعالیٰ کے حضور ذمہ دار ہیں وہ ان سے ان کے فرائض کے متعلق پوچھے گا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح ادا کیا ہے۔

☼☼☼☼☼☼

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ؟ قَالُوْا مَالْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔

(بخاری كتاب التعبير باب المبشرات صفحه 1035/2 ترمذی كتاب الرويا)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت کا صرف مبشرات والا حصہ باقی رہ گیا ہے لوگوں نے پوچھا۔ مبشرات کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اچھا اور سچا خواب (بھی مبشرات کا حصہ ہے)۔

☼☼☼☼☼☼

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس میں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
کون ہُوں تا رَدّ کروں حکمِ شہِ ذی الاقتدار

اب تو جو فرماں ملا اسکا ادا کرنا ہے کام
گرچہ مَیں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دلفگار

دعوتِ ہر ہَرزَہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم پہ کوہِ ماراں ہر گزر میں دشتِ خار

چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے روزوشب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پُکار

قبضہء تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خُدا
پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار

گر کرے معجزنمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دلِ سنگیں جو ہووے مثلِ سنگِ کوہسار

ہائے میری قوم نے تکذیب کرکے کیا لیا
زلزلوں سے ہوگئے صدہا مساکن مثلِ غار

شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار

کیا وہ سارے مرحلے طے کر چُکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار

دل میں جو ارماں تھے وہ دل میں ہمارے رہ گئے
دُشمنِ جاں بن گئے جن پر نظر تھی باربار

ایسے کچھ بگڑے کہ اب بنا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوَا ہے آشکار

کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
اُنکو ہے ملنے سے نفرت بات سننا دَرکنار

کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیروزبر
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار

اس قدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جن کے شیطاں بھی ہوا ہے دلفگار

پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم وحیا
دیکھ کر سَو سَو نشاں پھر بھی ہے توہیں کاروبار

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مصائب اور شدائد کا آنا نہایت ضروری ہے۔کوئی نبی نہیں گزرا جس کا امتحان نہیں لیا گیا۔جب کسی کا کوئی عزیز مرجاتا ہے تو اُس کے لئے یہ بڑا نازک وقت ہوتا ہے۔مگر یاد رکھو کہ ایک پہلو پر جانے والے لوگ مُشرک ہوتے ہیں۔آخر خدا کی طرف قدم اٹھانے اور حقیقی طور پر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ:6) والی دعا مانگنے کے یہی معنے تو ہیں کہ خدایا وہ راہ دکھا جس سے تُو راضی ہو اور جس پر چل کر نبی کامیاب و بامراد ہوئے۔آخر جب نبیوں والی راہ پر چلنے کے لئے دعا کی جاوے گی تو پھر ابتلاؤں اور آزمائشوں کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے اور ثابت قدمی کے واسطے خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہنا چاہئے۔جو شخص یہ چاہتا ہے کہ صحت و عافیت بھی رہے، مال و دولت میں بھی ترقی ہو اور ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان اور مالی و جانی آرام بھی ہوں، کوئی ابتلا بھی نہ آوے اور پھر یہ کہ خدا بھی راضی ہو جاوے وہ اَبْلَه ہے۔وہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔جن لوگوں پر خدا راضی ہوا ہے ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوا ہے کہ وہ طرح طرح کے امتحانوں میں ڈالے گئے اور مختلف مصائب و شدائد سے ان کا سامنا ہوا۔حضرت ابراہیمؑ پر دیکھو کیسا نازک ابتلا آیا تھا اور پھر اس کے بعد سب نبیوں کے ساتھ یہی معاملہ رہا یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا۔دیکھو ان کو پیدا ہوتے ہی یتیمی کا سامنا ہوا۔یتیمی بھی تو بُری بلا ہے۔خدا جانے کیا کیا دکھ اٹھائے اور پھر دعویٰ کرتے ہی مصیبتوں کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔یاد رکھو انبیاء کا دوسرا نام اہل بلا و اہل ابتلا بھی ہے۔ابتلاؤں سے کوئی نبی بھی خالی نہیں رہا۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 336-335 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

"مَیں جانتا ہوں کہ تم میں سے بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے واسطے قسم قسم کے ابتلا اور مشکلات پیش آئیں گے، لیکن مَیں کیا کروں یہ ابتلا نئے نہیں۔جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی اُس کی طرف جاتا ہے تو اس کے واسطے ضرور ہے کہ ابتلاؤں میں سے ہو کر گزرے۔دنیا اور اس کے رشتے عارضی اور فانی ہیں مگر خدا تعالیٰ کے ساتھ تو ہمیشہ کے لئے معاملہ پڑتا ہے پھر اس سے آدمی کیوں بگاڑے؟ دیکھو صحابہؓ کو کچھ تھوڑے ابتلا پیش آئے تھے۔ان کو اپنا وطن، مال و دولت، اپنے عزیز رشتہ دار سب چھوڑنے پڑے لیکن انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں ان چیزوں کو مری ہوئی مکھی کے برابر بھی نہیں سمجھا۔خدا تعالیٰ کو اپنے لئے کافی سمجھا۔پر خدا نے بھی ان کی کس قدر قدر کی۔اس سے وہ خسارہ میں نہیں رہے بلکہ دنیا و آخرت میں انہوں نے وہ فائدہ پایا جو اس کے بغیر انہیں مل سکتا ہی نہیں تھا۔اس لیے اگر کوئی ابتلا آوے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ابتلا مومن کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اس وقت روح میں عجز و نیاز اور دل میں ایک سوزش اور جلن پیدا ہوتی ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے آستانہ پر پانی کی طرح گداز ہو کر بہتا ہے۔ایمانِ کامل کا مزا ہمّ و غم ہی کے دنوں میں آتا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 182 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

خطبہ جمعہ

مسلمان حقیقی خلافت سے اس وقت محروم کئے گئے جب وہ اطاعت سے باہر ہوئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح و مہدی بھی ہیں، نبی بھی ہیں اور خاتم الخلفاء بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال کے بعد مومنین کے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے پھر اس خلیفہ کو بھیجا جو اُمّتی ہونے کی وجہ سے نبوت کا اعزاز پا کر خلافت جاری کرنے کا ذریعہ بن گیا

خلیفۂ وقت اور خلافت سے منسلک ہونے والوں کا یہ کام ہے اور اُن کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف خالص ہو کر توجہ دینے والے بنیں۔ نمازوں کا قیام اور توحیدِ خالص کا قیام اور اس کے لئے کوشش اُن کو خلافت کے انعام سے فیضیاب کرتی رہے گی۔

آیت استخلاف کی نہایت پُرمعارف تشریح وتفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے حوالہ سے خلافت کی اہمیت، عظمت اور برکات کا نہایت ہی جامع اور پُراثر تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 27 مئی 2011ء بمطابق 27 ہجرت 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَّا تُقْسِمُوا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ○

(سورۃ النور آیات 54 تا 57)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

اور انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ تو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق اطاعت کرو۔ یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو اُس پر صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اُس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم پر ڈالی گئی ہے۔ اور اگر تم اُس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور رسول پر کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے سوا کچھ ذمہ داری نہیں۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے ان کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں

بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں، ان میں سے ایک آیت جیسا کہ ہم جانتے ہیں اور ترجمہ بھی آپ نے سُنا، آیتِ استخلاف کہلاتی ہے۔یعنی وہ آیت جس میں مومنین سے خدا تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ کیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مختلف کتب میں اس آیت کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔اور تفصیل بیان فرماتے ہوئے مختلف طریق پر اُس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔لیکن اپنی ایک مختصر سی کتاب یا رسالہ ''الوصیت'' میں اس حوالے سے اپنے بعد جماعت احمدیہ میں نظامِ خلافت جاری ہونے کی خوشخبری عطا فرمائی۔ یہ رسالہ آپ نے دسمبر 1905ء میں تصنیف فرمایا جس میں تقویٰ، توحید، اپنے مقام، خلافت اور قربِ الٰہی کے حصول کے لئے جماعت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے ، مالی قربانی کے جاری رکھنے کے لئے وصیت کا عظیم الٰہی منصوبہ بھی پیش فرمایا جو درحقیقت حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ایک ایسا نظام ہے جس کے سامنے تمام معاشی نظام بے حقیقت ہیں کیونکہ وہ تقویٰ سے عاری اور صرف چند لوگوں یا چند ظاہری پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔ بہر حال اس کی تفصیلات اور جزئیات تو بہت سی ہیں لیکن میں آپ علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں، جو آپ نے اس رسالہ میں بیان فرمائے تھے، کچھ اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا۔

وصیت کا نظام تو جیسا کہ میں نے کہا کہ 1905ء میں جب یہ کتاب لکھی گئی تھی، اُس وقت سے جاری ہو گیا تھا۔لیکن آیتِ استخلاف کے حوالے سے جو بات آپ علیہ السلام نے اس کتاب میں بیان فرمائی ہے یعنی خلافتِ احمدیہ۔ وہ اس رسالے کے لکھے جانے کے تین سال بعد آج سے ایک سو تین سال پہلے آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد آج کے روز 27 رمئی 1908ء کو جاری ہوئی۔اور یہ نظامِ خلافت وہ نظام ہے جو چودہ سو سال کی محرومی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔لیکن اس سے پہلے کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ آپ کے سامنے رکھوں یا اقتباسات پیش کروں، ان آیات کی مختصر وضاحت پیش کروں گا تا کہ نظامِ خلافت سے متعلقہ قرآنی احکام بھی سامنے رہیں۔

اِن آیات میں اللہ اور رسول کو ماننے والوں کے لئے اور خلفاء کی بیعت کرنے والوں کے لئے بھی ایک مکمل لائحہ عمل سامنے رکھ دیا ہے۔اور پہلی بات اور بنیادی بات یہ بیان فرمائی کہ اطاعت کیا چیز ہے اور اس کا حقیقی معیار کیا ہے؟ اطاعت کا معیار یہ نہیں ہے کہ صرف قسمیں کھا لو کہ جب موقع آئے گا تو ہم دشمن کے خلاف ہر طرح لڑنے کے لئے تیار ہیں۔صرف قسمیں کام نہیں آتیں۔ جب تک ہر معاملے میں کامل اطاعت نہیں دکھاؤ گے حقیقت میں کوئی فائدہ نہیں۔ کامل اطاعت دکھاؤ گے تو تبھی سمجھا جائے گا کہ یہ دعوے کہ ہم ہر طرح سے مر مٹنے کے لئے تیار ہیں حقیقی دعوے ہیں۔ اگر اُن احکامات کی پابندی نہیں اور اُن احکامات پر عمل کرنے کی کوشش نہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے دیئے ہیں تو بسا اوقات بڑے بڑے دعوے بھی غلط ثابت ہوتے ہیں۔ پس اصل چیز اس پہلو سے کامل اطاعت کا عملی اظہار ہے۔ اگر یہ عملی اظہار نہیں اور بظاہر چھوٹے چھوٹے معاملات جو ہیں اُن میں بھی عملی اظہار نہیں تو پھر دعوے فضول ہیں۔ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ کہہ کر یہ واضح فرما دیا کہ انسانوں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے، ہر مخفی اور ظاہر عمل اُس کے سامنے ہے، اس لئے اُس کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ پس ہمیشہ یہ سامنے رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔اور ایک حقیقی مومن کو اس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔اور جب ایک انسان کو اس بات پہ یقین قائم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے تو پھر صرف قسمیں ہی نہیں رہتیں بلکہ دستور کے مطابق اطاعت کا اظہار ہوتا ہے۔ ہر معروف فیصلے کی کامل اطاعت کے ساتھ تعمیل ہوتی ہے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت بجالانے کے لئے انسان حریص رہتا ہے۔اُس کے لئے کوشش کرتا ہے۔ **أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ** کے ساتھ **وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** بھی یعنی امیر اور نظامِ جماعت کی اطاعت بھی ضروری ہو جاتی ہے۔خلیفہ وقت کی اطاعت بھی ضروری ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو یہ کامل اطاعت نہیں دکھاتے اور اپنی مرضی کرتے ہیں، فرماتا ہے کہ تمہارے ان احکامات پر عمل نہ کرنے اور پھر جانے کا گناہ جو ہے، یہ بار جو ہے یہ تم پر ہے اور تمہی اس کے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔ رسول سے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ اللہ کے رسول پر اس کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ جو احکامِ شریعت تھے وہ اللہ کے رسول نے پہنچا دیئے اور پھر رسول کی اتباع میں خلیفۂ وقت نے اللہ اور رسول کے احکام پہنچا دیئے۔ پس نصیحت کرنے والے، شریعت کے احکام دینے والوں نے تو اپنا کام کر دیا۔اُن پر عمل نہ کر کے عمل نہ کرنے والے جوابدہ ہیں۔ یہاں جو مَیں رسول کے ساتھ خلیفہ کی بات بھی جوڑ رہا ہوں تو ایک تو مَیں نے بتایا ہے قرآنِ کریم میں **أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** آتا ہے۔ دوسرے خلافتِ راشدہ جو ہے وہ رسول کے کام کو ہی آگے بڑھانے کے لئے آتی ہے اور یہی نبوت کا تسلسل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ میری سنت پر چلنا اور پھر خلفائے راشدین کے طریق پر چلنا۔ یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ خلفائے راشدین آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے حکم اور سنت اور شریعت کو لے کر ہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہ جو حدیث ہے یہ پوری اس طرح ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو سُلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا پُر اثر وعظ کیا کہ جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، دل ڈر گئے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! یہ تو ایسی نصیحت ہے جیسے ایک الوداع کہنے والا وصیت کرتا ہے۔ ہمیں کوئی ایسی ہدایت فرمائیے کہ ہم صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں روشن اور چمکدار راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں۔ اس کی رات بھی اُس کے دن کی طرح ہے۔ سوائے بد بخت کے اس سے کوئی بھٹک نہیں سکتا۔ یعنی یہ بڑے واضح راستے ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص رہا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا۔ (ساتھ انذار بھی کر دیا کہ باوجود اِن واضح راستوں کے اختلافات پیدا ہو جائیں گے) ایسے حالات میں تمہیں میری جانی پہچانی سنت پر چلنا چاہئے اور خلفائے راشدین مہدیّین کی سنت پر چلنا چاہئے۔ تم اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ حبشی غلام ہی تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے۔ اس دین کو تم مضبوطی سے پکڑو۔ مومن کی مثال نکیل والے اونٹ کی سی ہے۔ جدھر اُسے لے جاؤ وہ اُدھر چل پڑتا ہے اور اطاعت کا عادی ہوتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اطاعت ہے یہ تمہارے لئے ضروری ہے۔ وَان تطیعوہ تھتدوا۔ کہ اگر تم اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور ہدایت پاتے رہو گے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے خلافت سے متعلق احکام دیئے جو آیتِ استخلاف میں درج ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کہ اللہ تعالیٰ کا اُن لوگوں کے ساتھ یہ وعدہ ہے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے۔ ایمان اور عمل صالح کا معیار جو ہے وہ پہلی آیت میں بیان فرما دیا کہ کامل اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھو، تبھی حقیقی مومن کہلاؤ گے۔ کامل اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھ کر تبھی نیک اعمال بجالانے کی طرف بڑھنے والے ہو گے۔ اور جب یہ معیار حاصل ہو جائے گا تو پھر خلافت کی نعمت سے فیض پاؤ گے ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ضرور مسلمانوں میں خلافت جاری رہے گی بلکہ وعدہ فرمایا ہے جو بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہے اور اُن میں سے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ کامل اطاعت ہو۔ پہلی خلافتِ راشدہ کا تسلسل تبھی ٹوٹا تھا کہ مسلمان اطاعت سے باہر ہوئے۔ مسلمان حقیقی خلافت سے اُس وقت محروم کئے گئے جب وہ اطاعت سے باہر ہوئے۔ اطاعت سے باہر نکل کر بعض گروہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم اپنی بیعت کو بعض شرائط کے ساتھ مشروط کرتے ہیں جن میں ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت عثمان کی شہادت کا بدلہ لینا تھا یا بعض فتنہ پردازوں کی باتوں میں آ کر اطاعت سے باہر نکلنے والے بنے۔ باوجود اس کے کہ اُس وقت صحابہ بھی موجود تھے لیکن جب کامل اطاعت سے باہر نکلے تو خلافت سے محروم کر دیئے گئے۔ اور کیونکہ خلیفہ بنانے کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تو پھر اختلافات کے بعد، اطاعت سے نکلنے کے بعد خلیفہ بننے یا بنانے کی ان کی سب کوششیں ناکام ہو گئیں۔ اور خلافت نے ملوکیت کی شکل اختیار کر لی۔

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس طرح نظامِ خلافت پہلے اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا تھا اس طرح جاری کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے پہلا نظامِ خلافت نبوت کی صورت میں جاری فرمایا تھا۔ اور پہلی قوموں میں نبی خود خدا تعالیٰ بھیجتا تھا۔ اب کیونکہ شریعت کامل ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت شرعی نبی ہیں اس لئے خلافتِ راشدہ کا اجراء فرما دیا جس کا ظاہری طور پر چناؤ کا طریق تو بیشک لوگوں کے ہاتھ میں رکھا لیکن اپنی فعلی شہادت اور تائیدات سے اللہ تعالیٰ نے اس خلافت کو اپنی پسند کی طرف منسوب فرمایا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے کیونکہ آخری غلبہ اور کامل شریعت اسلام کے ذریعے سے ہی قائم فرمانی تھی اس لئے یہ پیشگوئی بھی فرما دی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ایک نبی مبعوث ہو گا جس کی تفصیل وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ (الجمعة:4)۔ میں بیان فرما دی اور جس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر فرما دی کہ میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح و مہدی بھی ہیں، نبی بھی ہیں اور خاتم الخلفاء بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال کے بعد مومنین کے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے پھر اس خلیفہ کو بھیجا جو اُمتی ہونے کی وجہ سے نبوت کا اعزاز پا کر پھر خلافت جاری کرنے کا ذریعہ بن گیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک دینِ اسلام تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے لیکن خوف کو امن کی حالت میں بدلنے کے لئے کامل اطاعت کے ساتھ اور خلافت کے نظام کے ساتھ جُڑ کر ہی تم اس کا حقیقی فیض حاصل کر سکو گے اور یہ ضروری ہے۔ اور جو اس نظام سے جڑے رہیں گے اُن کے حق میں اس کے ذریعے سے ہر خوف کی حالت امن میں بدلتی چلی جائے گی اور اُن خلفاء کے ذریعے سے ہی غلبہ اسلام کے دن بھی قریب آتے چلے جائیں گے۔ لیکن یہاں یہ فرما دیا کہ خلیفۂ وقت اور خلافت سے منسلک ہونے والوں کا یہ کام ہے اور اُن کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف خالص ہو کر توجہ دینے والے بنیں۔ نمازوں کا قیام اور توحیدِ خالص کا قیام اور اس کے لئے کوشش اُن کو خلافت کے انعام سے فیضیاب کرتی رہے گی۔ اُن کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ سنے گا۔ اُن کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا۔ اپنے

انعامات سے انہیں نوازے گا۔لیکن جو یہ سب دیکھ کر پھر بھی خلافتِ حقہ کے ساتھ منسلک نہیں ہوں گے،فرمایا وہ نافرمان ہیں۔اُن کی نافرمانی کی سزا ملے گی۔وہ اُن انعامات سے محروم ہوں گے جو مومنین کے ساتھ وابستہ ہیں۔

مَیں اکثر کہا کرتا ہوں اور آج آپ عامۃ المسلمین کو دیکھ لیں کہ بے چینیوں نے انہیں گھیرا ہوا ہے اور غیروں کے دباؤ میں آ کر اتنی بے حسی طاری ہوگئی ہے کہ مسلمانوں کو مروانے کے لئے مسلمان خود غیروں کی مدد حاصل کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُمت کو حق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر اس تسلسل میں جو آخری آیت مَیں نے پڑھی ہے، اُس میں پھر تین باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی اور کامل اطاعت تا کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہوئے اپنے انعام جاری رکھے۔پس اللہ تعالیٰ نے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو اپنے انعام کا سلسلہ جاری فرمایا ہے، اس سے فیض پانے کے لئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو یاد رکھنا چاہئے کہ اُس کا وعدہ کامل اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے ہیں۔کیونکہ کامل اطاعت کرنے والا وہی ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور اُس کی عبادت کرنے والا ہو۔اور عبادت کرنے کے لئے بہترین ذریعہ جو ہمیں بتایا گیا وہ نمازوں کا قیام ہے۔پس الٰہی جماعت کا حقیقی حصہ وہی بن سکتا ہے جو نمازوں کے قیام کی بھرپور کوشش کرتا ہو۔

نمازوں کے قیام کی ایک بڑی اعلیٰ تشریح اور وضاحت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح فرمائی ہے کہ صلوٰۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں امام خطبہ پڑھتا ہے اور نصائح کرتا ہے۔اور خلیفہ وقت دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے دنیا کی مختلف قوموں کی وقتاً فوقتاً اُٹھتی ہوئی اور پیدا ہوتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر نصائح کرتا ہے جس سے قومی وحدت اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔سب کا قبلہ ایک طرف رکھتا ہے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل تصویر ہمارے سامنے ہے۔اور جماعت احمدیہ میں یہ تصویر ہمیں نظر آتی ہے۔جبکہ خلیفہ وقت کا خطبہ بیک وقت دنیا کے تمام کونوں میں سُنا جا رہا ہوتا ہے۔اور مختلف مزاج اور ضروریات کے مطابق بات ہوتی ہے۔میں جب خطبہ دیتا ہوں، جب نوٹس لیتا ہوں تو اُس وقت صرف آپ جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، وہی مدِّ نظر نہیں ہوتے۔بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کی جو مجھے رپورٹس آتی ہیں اُن کو سامنے رکھتے ہوئے کبھی زیادہ زور یورپ کے حالات کے مطابق خطبہ میں ہو۔کبھی ایشیا کے کسی ملک کے حالات کے مطابق ہو یا عمومی طور پر اُن کے حالات کے مطابق ہو۔کبھی افریقہ کے مطابق ہو۔کبھی جزائر کے مطابق ہو۔لیکن

اسلام چونکہ ایک بین الاقوامی مذہب ہے اس لئے ہر بات جو بیان ہو رہی ہوتی ہے وہ ہر ملک اور ہر طبقے کے احمدیوں کے لئے نصیحت کا رنگ رکھتی ہے۔چاہے کسی کو بھی مدِّ نظر رکھ کر بات کی جا رہی ہو کچھ نہ کچھ پہلو اُن کے اپنے بھی اُس میں موجود ہوتے ہیں۔مجھے خطبے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک سے خط بھی آتے ہیں، روس کی ریاستوں کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں، افریقہ کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور دوسرے ممالک کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور یہ اظہار ہوتا ہے کہ یوں لگتا ہے یہ خطبہ جیسے ہمارے لئے ہے۔بہر حال اقامت صلوٰۃ کی ایک تشریح یہ بھی ہے جو خلافت کے ذریعہ سے آج دنیائے احمدیت میں جاری ہے۔

پھر زکوٰۃ کی ادائیگی ہے یا تزکیہ اموال ہے، جس میں زکوٰۃ بھی ہے اور باقی مالی قربانیاں بھی ہیں۔یہ بھی آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں صرف جماعت احمدیہ کے ذریعے سے ہی جاری ہے اور خلیفۂ وقت کی ہدایت کے ماتحت دنیا میں چندے کے نظام کے ذریعے سے افرادِ جماعت اور جماعتوں کی ضروریات پوری ہو رہی ہوتی ہیں۔ایک مُلک میں اگر کمی ہے تو دوسرے ملک کی مدد سے اُس کمی کو پورا کیا جاتا ہے۔ایک جگہ اگر زیادہ مالی کشائش ہے تو غریب ملکوں کی تبلیغ کی، اشاعتِ لٹریچر کی، مساجد کی تعمیر کی جو ضروریات ہیں وہ اَور مختلف طریقوں سے پوری کی جاتی ہیں۔تو یہ ایک نظام ہے جو خلیفۂ وقت کے تحت چل رہا ہوتا ہے۔کہیں غریبوں کی ضروریات پوری ہو رہی ہوتی ہیں۔کہیں طبی ضروریات پوری ہو رہی ہوتی ہیں۔کہیں تعلیمی ضروریات پوری کی جا رہی ہوتی ہیں۔کہیں تبلیغِ اسلام کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نظامِ وصیت اور نظامِ خلافت کو اکٹھا بیان فرمایا ہے تو اس میں ان تمام ضروریات کو پورا کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔اور پھر لوگ جو چندہ دیتے ہیں وہ خلافت کے نظام کی وجہ سے اس اعتماد پر بھی قائم ہیں کہ اُن کا چندہ فضولیات میں ضائع نہیں ہوگا بلکہ ایک نیک مقصد کے لئے استعمال ہوگا۔بلکہ غیر از جماعت بھی یہ اعتماد رکھتے ہیں کہ اگر ہم زکوٰۃ احمدیوں کو دیں تو اِس کا صحیح مصرف ہوگا۔گھانا میں مجھے کئی لوگ اپنی فصلوں کی زکوٰۃ دے کر جایا کرتے تھے کہ آپ صحیح استعمال کریں گے یا وہاں مشن میں جمع کرا دیا کرتے تھے۔کئی زمیندار میرے واقف تھے وہ جنس کی صورت میں مجھے دے جایا کرتے تھے کہ آپ جمع کروا دیں۔کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم اگر یہ زکوٰۃ اپنے مولویوں کو دیں گے، اماموں کو دیں گے تو وہ کھا جائیں گے اور اس کا صحیح استعمال نہیں ہوگا۔بلکہ آج بھی مختلف جگہوں سے مجھے جماعتوں کی طرف سے یہ خط آتے ہیں کہ غیر از جماعت زکوٰۃ یا صدقہ دینا چاہتے ہیں تو

اس بارے میں کیا ہدایت ہے۔ جہاں تک زکوٰۃ اور صدقات کا تعلق ہے جماعت اُن کو لے سکتی ہے اور لیتی ہے لیکن دوسرے طوعی اور لازمی چندے جو ہیں وہ صرف احمدیوں سے لئے جاتے ہیں۔ بہرحال زکوٰۃ کا نظام بھی خلافت کے نظام سے وابستہ ہے۔

آخر پر اس میں پھر اطاعت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے حقیقی تعلق اور اُس کے نتیجے میں خلافت سے تعلق کا نقطہ اور محور کامل اطاعت ہے، جب یہ ہوگی تو مومن انعامات کا وارث بنتا چلا جائے گا۔

اب میں رسالہ الوصیت کے حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے اس وعدے اور اس پیشگوئی کا اعلان فرما رہے ہیں کہ یہاں یہ وعدہ بھی ہے اور پیشگوئی بھی کہ آپ کی وفات قریب ہے۔ ایک پیشگوئی تھی کہ آپ کی وفات قریب ہے۔ آپ کو اطلاع دی جارہی تھی اور ساتھ یہ پیشگوئی تھی اور اطلاع کے ساتھ وعدہ کیا جارہا تھا کہ وفات کا وقت تو قریب ہے لیکن ہم ایسے تمام اعتراض دُور اور دفع کر دیں گے جن سے آپ علیہ السلام کی رسوائی مطلوب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَیں تجھ سے راضی ہوں گا۔ پھر فرمایا کھلے کھلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے۔ دنیا نے دیکھا کہ آپؑ کی رسوائی کے جو طلبگار تھے اور کوشش کرنے والے تھے وہ رسوا ہوئے۔ اُن کا نام ونشان دنیا سے مٹ گیا۔ آج اُن کو یاد کرنے والا کوئی نہیں۔ گالیاں دینے والے، الزام لگانے والے مَر کھپ گئے لیکن آپ کی جماعت دنیا میں پھیلتی چلی جارہی ہے۔ نشانات کا جو سلسلہ آپ کی زندگی میں شروع ہوا تھا آج بھی جاری ہے۔ لاکھوں بیعتیں جو ہر سال ہوتی ہیں اُن میں سے اکثر خدا تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ملنے پر ہوتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تائیدی نشانات ہیں۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی تائیدات ہیں جو آپ کی صداقت کا ثبوت ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

''خدا تعالیٰ کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی۔ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد''۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 304-303)

پس یہ وعدہ ہم آج تک پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ یہ پیشگوئی ہم پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں۔ آفات کا زور بھی اب زیادہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ روزانہ خبروں میں کسی نہ کسی ملک میں قدرتی آفات کی خبر ہوتی ہے۔ کوئی نہ کوئی ملک قدرتی آفات کا نشانہ بن رہا ہوتا ہے۔ اِن آفات کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیشگوئی فرما چکے ہیں کہ یہ آئیں گی۔ کیا یہ باتیں عقل رکھنے والوں کے لئے کافی نہیں۔ سوچیں کہ ایک دعویدار نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر یہ اطلاع دی کہ اس طرح آفات آئیں گی، زلازل آئیں گے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قسم کی آفات نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ آج اُن لوگوں کو جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والے ہیں چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے اس فرستادہ کی باتوں پر غور کریں۔ پھر اُن لوگوں کے لئے یہ خاص طور پر سوچنے کا مقام ہے جو ہر وقت جماعت احمدیہ کی مخالفت میں کمربستہ ہیں کہ باوجود اُن کی تمام تر کوششوں کے جماعت کا ہر قدم ہر لمحے ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کیا یہ کسی انسان کا کام ہوسکتا ہے کہ اس طرح ترقی ہو رہی ہے اور لوگوں کے دلوں پر اثر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو دلوں کو زمانے کے امام کی طرف پھیر رہا ہے۔ آخر کب تک یہ لوگ خدا تعالیٰ سے لڑیں گے۔ سوائے اس کے کہ اپنی دنیا و عاقبت خراب کریں ان کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بڑے واضح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرما چکے ہیں۔ تمہاری آنکھیں گل جائیں، تمہارے ناک زمین پر رگڑ رگڑ کر گل جائیں تب بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنّت ہے اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنّت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (المجادلہ: 22)۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا، بلکہ ایسے وقت میں وہ اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں''۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 304)

اور پھر آگے اپنی تحریر میں اللہ تعالیٰ کی اس دوسری قدرت کے بارے میں فرمایا کہ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے۔

آج جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے، جو پیشگوئی فرمائی ہے، جس کا اعلان زمانے کے امام کے ذریعہ سے کروایا وہ ہر آن اور ہر

لمحہ ایک نئی شان سے پورا ہو رہا ہے۔ چاہے وہ خلافتِ اولیٰ کا دَور تھا جس میں بیرونی مخالفتوں کے علاوہ اندرونی فتنوں نے بھی سر اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔ یا خلافت ثانیہ کا دَور تھا جس میں انتخابِ خلافت سے لے کر تقریباً آخر تک جو خلافتِ ثانیہ کا زمانہ تھا، مختلف فتنے اندرونی طور پر بھی اُٹھتے رہے۔ جماعت کا ایک حصہ علیحدہ بھی ہوا۔ پھر بیرونی مخالفتوں نے بھی شدید حملوں کی صورت اختیار کر لی لیکن جماعت کی ترقی کے قدم نہیں رُکے۔ پھر خلافتِ ثالثہ میں بھی بیرونی حملوں کی شدت اور بعض اندرونی فتنوں نے سر اُٹھایا لیکن جماعت ترقی کرتی چلی گئی۔ اور جماعت کو خلافتِ احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آگے ہی بڑھاتی رہی۔ پھر خلافتِ رابعہ کا دور آیا تو دشمن نے ایسا بھرپور وار کیا کہ اُس کے خیال میں اُس نے جماعت کو ختم کرنے کے لئے ایسا پکا ہاتھ ڈالا تھا کہ اُس سے بچنا ناممکن تھا، کوئی راہِ فرار نہیں تھی۔ لیکن پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ اپنی شان کے ساتھ پورے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور ظاہر کرے گا اور وہ ہوئی۔ اور اُس زبردست قدرت نے اُن مخالفین کی خاک اُڑا دی۔

پھر خلافتِ خامسہ کا دَور ہے۔ اِس میں بھی حسد کی آگ اور مخالفت نے شدت اختیار کر لی۔ کمزور اور نہتے احمدیوں پر ظالمانہ حملے کر کے خون کی ایسی ظالمانہ ہولی کھیلی گئی جنہیں دیکھ کر یہ فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ انسانوں کا کام ہے یا جانوروں سے بھی بدتر کسی مخلوق کا کام ہے۔ پھر اندرونی طور پر جماعت کے ہمدرد بن کر جماعت کے اندر افتراق پیدا کرنے کی بھی بعض جگہ کوششیں ہوتی رہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی تائید یافتہ خلافت کی زبردست قدرت اس کا مقابلہ کرتی رہی اور کر رہی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا مقابلہ کر رہا ہے۔ میں تو ایک کمزور ناکارہ انسان ہوں۔ میری کوئی حیثیت نہیں لیکن خلافتِ احمدیہ کو اُس خدا کی تائید و نصرت حاصل ہے جو قادر و توانا اور سب طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ اور اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی وعدہ کیا ہے کہ میں زبردست قدرت دکھاؤں گا۔ اور وہ دکھا رہا ہے اور دکھائے گا۔ اور دشمن ہمیشہ اپنی چالاکیوں، اپنی ہوشیاریوں، اپنے حملوں میں خائب و خاسر ہوتا چلا جائے گا اور ہو رہا ہے۔ آج کل دشمن نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے لئے الیکٹرانک میڈیا، انٹرنیٹ وغیرہ کے جو بھی مختلف ذرائع ہیں، اُن کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو خلافت کی رہنمائی میں دنیا کے ہر ملک میں اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کی ایک ایسی فوج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرما دی ہے جو حضرت طلحہ کا کردار ادا کر رہے ہیں اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہیں۔ بلکہ ایسے ایسے جواب دے رہے ہیں کہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد دل میں پیدا ہوتی ہے اور اُس کے وعدوں پر یقین اور ایمان بڑھتا چلا جاتا ہے۔ قدرتِ ثانیہ کے جاری رہنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں تسلی دلاتے ہوئے پھر فرماتے ہیں کہ:

’’سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو‘‘ یعنی اپنی وفات کی اطلاع دی تھی ’’اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤنگا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت کو جو تیرے پَیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی‘‘۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 306-305)

پس خلافتِ احمدیہ کا وعدہ دائمی ہے اور بعد میں آنے والوں کے لئے ہے۔ جو نظامِ خلافت سے جڑے رہیں گے، اپنی کامل اطاعت کا اظہار کرتے رہیں گے، خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق رکھیں گے وہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوتا دیکھتے رہیں گے۔ دشمن اور بدفطرت انسانوں کی آنکھیں تو اندھی ہیں جو انہیں خدا تعالیٰ کی تائیدات کے نظارے نظر نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم تو ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے دیکھ رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری نسبت جو وعدہ فرمایا ہے اُس کی نئی شان ہمیں ہر روز نظر آتی ہے۔ دشمن کا زیادتی پر اُتر آنا اور نہتوں پر ہتھیاروں سے حملے کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دشمن کے پاس دلیل سے مقابلہ کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اور جماعت احمدیہ کا دلائل سے لوگوں کا منہ بند کرنا اللہ تعالیٰ کے وعدے کے پورا ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اُس نے فرمایا کہ میں اس

جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ یہ غلبہ اُن دلائل سے ہے جن کے ردّ کرنے کی کسی مخالف میں طاقت نہیں ہے۔

پھر خلافتِ احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے دوبارہ آپ نے قدرتِ ثانیہ کا آنا بیان فرما کر اس کے قائم ہونے کا طریق بتایا ہے۔ فرمایا کہ:

''مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائیگی''۔ فرمایا'' اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو''۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 306-307)

پس اس میں اپنے وصال کے بعد خلیفہ کے انتخاب تک اور ہر خلیفہ کے بعد اگلے خلیفہ کے انتخاب تک کا عرصہ بیان کر کے اس بات کی تلقین کی کہ یہ جو درمیانی عرصہ ہے، یہ جو چند دن، ایک دو دن بیچ میں وقفہ ہو، اس میں بگڑ نہ جانا۔ اگر دوسری قدرت کا فیض پانا ہے تو پھر اس عرصے میں اکٹھے رہو، دعائیں کرتے رہو اور خلیفہ کو منتخب کرو۔ اس بات سے یہ غلطی نہیں لگنی چاہئے کہ آپ نے فرمایا کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر لوگوں سے بیعت لیں۔ گویا خلافت ایک شخص سے وابستہ نہیں بلکہ افراد کے مجموعے سے وابستہ ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر غیر مبائعین انجمن کو بالا سمجھنے لگ گئے تھے جبکہ اس کی وضاحت آپ علیہ السلام نے اسی کے حاشیہ میں فرما دی ہے کہ'' ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا''۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ ''پس جس شخص کی نسبت'' (یہاں پھر واحد کا صیغہ آ گیا) ''جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہو گا''۔ (یہاں جمع نہیں آئی۔ پھر آگے ہے کہ وہ شخص بیعت لے گا) ''اور چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے''۔ کسی انجمن کے نمونہ بنانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ وہ شخص نمونہ بنے۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 حاشیہ صفحہ 306)

پس جہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا وہاں کوئی انجمن نہیں ہے بلکہ خلفاء کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو آئندہ آنے والے خلفاء ہیں وہ یہ بیعت لیں گے۔ پھر اس اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے جماعتی نظام میں انتخابِ خلافت کے لئے انتخابِ خلافت کی ایک مجلس قائم ہے جس کے تحت خلافتِ ثانیہ کے بعد اب تک انتخابِ خلافت عمل میں آتا ہے۔ اب اگر یہ سوال ہے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہے؟ تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اور تائیدات اور افرادِ جماعت کے رؤیائے صالحہ جو مختلف افراد کو اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے وہ کافی ہیں۔ پھر خلیفۂ وقت کے حکموں پر عمل کرنا اور دل سے عمل کرنا، اور دلوں کا خلیفہ وقت کی تائید میں پھرنا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی دلیل ہیں۔ پہلے میں اس ضمن میں مثالیں بھی دے آیا ہوں کہ دشمن کی کیا کوشش رہی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت نے کیا نشان دکھائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رسالے میں مزید نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے رُوح القدس سے حصہ لو کہ بجز رُوح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کیلئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کیلئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذات چھوڑ کر، اپنی عزّت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھا لو گے تو ایک پیارے بچّے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 307)

پھر آپؑ نے فرمایا:

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کیلئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں، ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 309)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج جماعت احمدیہ میں دنیا کے ہر کونے میں، ہر ملک میں قربانیوں کے معیار بڑھتے چلے جا رہے ہیں، اور اللہ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں اُن کو ہم پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ احمدی کس جرأت سے اور کس قربانی کے جذبے سے اور کس ہمت سے جانی قربانیاں بھی پیش کر رہے ہیں اور مالی قربانیاں بھی پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ جو آپؑ کے اقتباسات ہیں، ان میں بعض انذار بھی ہیں اور خوشخبریاں بھی ہیں جو آپ نے خلافت اور جماعت سے منسلک رہنے والوں کو دی ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ ان خوشخبریوں سے حصہ پانے کے لئے، اللہ تعالیٰ کے وعدے سے فیض اُٹھانے کے لئے خدا کی عظمت دلوں میں بٹھانے والے بنیں۔ عملی طور پر خدا تعالیٰ کی توحید کا اظہار کرنے والے ہوں۔ بنی نوع سے سچی ہمدردی کرنے والے ہوں۔ دلوں کو بُغضوں اور کینوں سے پاک کرنے والے ہوں۔ ہر ایک نیکی کی راہ پر قدم مارنے والے ہوں۔ اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ کامل اطاعت کا نمونہ دکھانے والے ہوں۔ ایمان میں ترقی کرتے چلے جانے والے ہوں تا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے قدم صدق کے قدم شمار ہوں اور ہم اُس کے وعدوں سے فیض پانے والے بنیں۔

اس کتاب ''رسالہ الوصیت'' کے آخر میں آپ نے اُن تقویٰ شعار لوگوں اور ایمان میں بڑھنے والوں کے لئے جنہوں نے اعلیٰ ترین معیار کے حصول کے لئے کوشش کی اور اُس مالی نظام کا حصہ بنے جو آپؑ نے جاری فرمایا تھا، اور جس کا اعلان آپؑ نے فرمایا تھا کہ جو اپنی آمد اور جائیدادوں کی وصیت کریں گے، اس سے ترقی اسلام اور اشاعتِ علم قرآن اور کتبِ دینیہ اور سلسلہ کے واعظوں کے لئے خرچ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ان اموال میں سے اِن خرچوں کے علاوہ ''اُن یتیموں اور مسکینوں اور نومسلموں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہِ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں''۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 319)

آپؑ نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے یہ اموال جمع ہوں گے اور کام جاری ہوں گے کیونکہ یہ اُس خدا کا وعدہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ آپ نے ایسے لوگوں کو جو اس وصیت کے نظام میں شامل ہوں گے اور دین اور مخلوق کی مالی اعانت کریں گے، دعاؤں سے بھی نوازا۔

یہ وصیت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مقبرہ موصیان یا بہشتی مقبرے میں دفن ہوں گے فرمایا: ''اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں''۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 317)

پس جو لوگ نظامِ وصیت میں شامل ہیں اُن کے ایمان، اطاعت اور قربانیوں کے معیار بھی ہمیشہ بڑھتے چلے جانے چاہئیں۔ انہوں نے ایک عہد کیا ہے۔ اس لئے وصیت کرنے کے بعد پھر تقویٰ میں بڑھنے کی کوشش بھی پہلے سے زیادہ ہونی چاہئے۔ خلافت سے وفا کا تعلق بھی پہلے سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ہر احمدی کو اس میں ترقی کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ نظامِ خلافت کے الٰہی وعدوں سے فیض پانے کی ہر احمدی کو توفیق ملتی رہے تا کہ یہ نظام ہمیشہ جاری رہے اور ہم اس سے فیض پاتے چلے جائیں۔

****

مظفر احمد دُرّانی مربی سلسلہ احمدیہ

خلفائے احمدیت اور تربیتِ اولاد

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز اور ارشادات

اسلام کے دورِ آخرین میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت حکیم الحاج مولانا نور الدینؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ نے جہاں اپنے بچوں کی تربیت کا لحاظ رکھا وہاں اپنی جماعت کی بھی اس میدان میں خوب رہنمائی فرمائی۔ جس کی ایک جھلک پیشِ خدمت ہے۔

قرآن سب سے بالا

محترم قریشی ضیاء الدین صاحب ایڈووکیٹ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے قرآن کریم پر دوات رکھ دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اس کی اس حرکت کو دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: میاں! اگر تمہارے منہ پر کوئی شخص گوبر اٹھا کر مار دے تو تمہیں کیسا برا لگے۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے، ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھا کرو اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھا کرو۔ سب سے بالا یہی کلام رہنا چاہئے۔

(حیاتِ نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص694 از: عبد القادر سوداگر مل۔ نومبر 1963ء)

رخصتی کے وقت بیٹی کو تحریری نصائح

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حفصہ نامی بیٹی 1874ء کو بھیرہ میں پیدا ہوئی جس کی آپ نے خوب تعلیم و تربیت فرمائی۔ اس کی شادی حکیم مفتی فضل الرحمان صاحب سے 31 مئی 1891ء کو ہوئی۔ عام جہیز کے علاوہ آپ نے اپنی بیٹی کو ایک بڑا صندوق کتابوں کا بھی دیا جو آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ وہ سب کتابیں قرآن کریم، احادیث وغیرہ دینیات کی تھیں۔ جب بچی کو ڈولی میں سوار کیا گیا تو آپ نے رخصتی کے وقت فرمایا: ''حفصہ! میں تیرا جہیز لایا ہوں'' اور ایک کاغذ اس کی گود میں رکھ کر فرمایا: ''بچہ! اس کو سسرال پہنچ کر کھولنا اور پڑھ لینا۔'' اس کاغذ پر آپ نے درج ذیل نصائح تحریر فرمائی تھیں:۔

''بچہ! اپنے مالک، رازق، اللہ کریم سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔ اور اس کی رضامندی کا ہر دم طالب رہنا، اور دعا کی عادت رکھنا، نماز اپنے وقت پر اور منزل قرآن کریم کی بقدر امکان بدوں ایامِ ممانعت شرعیہ ہمیشہ پڑھنا۔ زکوٰۃ، روزہ، حج کا دھیان رکھنا اور اپنے موقع پر عمل درآمد کرتے رہنا۔ گلہ، جھوٹ، بہتان، بیہودہ قصے کہانیاں یہاں کی عورتوں کی عادت ہے اور بے وجہ باتیں شروع کر دیتی ہیں، ایسی عورتوں کی مجلس زہر قاتل ہے۔ ہوشیار، خبردار رہنا۔ ہم کو ہمیشہ خط لکھنا۔ علم دولت ہے بے زوال ہمیشہ پڑھنا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو قرآن پڑھانا۔ زبان کو نرم، اخلاق کو نیک رکھنا۔ پردہ بڑی ضروری چیز ہے۔ قرآن شریف کے بعد ریاحین العابدین کو ہمیشہ پڑھتے رہنا۔ مرأۃ العروس اور دوسری کتابیں پڑھو اور ان پر عمل کرو۔ اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہو اور تم کو نیک کاموں میں مدد دیوے۔

والسلام نورالدین، 31 مئی 1891ء''

(حیاتِ نور از: عبدالقادر (سابق سوداگر مل) ص80۔ مطبوعہ: پنجاب پریس، وطن بلڈنگ لاهور 1963ء)

ہمارا بچہ آ گیا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 25 دسمبر 1905ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچہ کا نام عبدالسلام رکھا۔اس بچہ کے بارہ میں حکیم محمد صدیق صاحب سکنہ میانی متصل بھیرہ حال دارالرحمت ربوہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد اقصیٰ میں قرآن کریم کا درس دے رہے تھے، کافی لوگ جمع تھے۔میاں عبدالسلام صاحب جو ہنوز بچہ ہی تھے، چار پانچ سال عمر ہوگی، پیچھے سے آئے اور آپ کے کندھوں پر سوار ہوگئے، پگڑی گرادی۔کبھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دائیں طرف جھکانے کی کوشش کرتے کبھی بائیں طرف۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے خوش کرنے کے لئے جھک جاتے اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے کہ ہاں! ہمیں معلوم ہوگیا ہے ہمارا بچہ آ گیا۔ہاں! ہمیں معلوم ہوگیا ہمارا بچہ آ گیا۔''

(حیاتِ نور از: عبدالقادر(سابق سوداگر مل) ص286۔مطبوعہ:پنجاب پریس، وطن بلڈنگ لاہور 1963ء)

کہو میں نوکر ہوں

مذکورہ بالا واقعہ میں آپ نے پڑھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بیٹے عبدالسلام سے کس قدر محبت تھی اور آپ نے ان کی تربیت کے لئے کس قدر سنتِ نبوی پر عمل کی توفیق پائی۔چنانچہ جب اسی بچہ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبشر اولاد سے واسطہ پڑا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تربیت کے لئے ایک اور عاشقانہ رنگ اختیار فرمایا۔جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تحریر فرماتی ہیں:

''آپ کے صاحبزادہ میاں عبدالسلام مرحوم چھوٹے بچے تھے۔میں جب پڑھنے کو روز صبح جاتی تو ان کے لئے جیب میں بادام، اخروٹ وغیرہ لے جاتی۔اور جیسا کہ بچوں کے کھیل ہوتے ہیں، روز ہی پہلے ان سے پوچھتی کہ بتاؤ عبدالسلام! تم کتنے اخروٹ کے نوکر ہو؟ وہ روز جواب دیتے: دو اخروٹ کا نوکر ہوں۔ایک دن میاں عبدالحئی مرحوم نے غصے سے کہا کہ عبدالسلام! نوکر کیوں کہتے ہو، تم کوئی نوکر ہو؟ کہہ دو میں نوکر نہیں ہوں۔اندر کمرے میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن رہے تھے، نہایت جوش سے کڑک کر فرمایا: عبدالحئی! یہ کیا کہا تم نے؟ یہ نوکر ہے اور فرمایا: عبدالسلام! اندر آؤ۔ہم دونوں اندر چلے گئے۔فرمایا: کہو میرے سامنے میں نوکر ہوں۔بچہ نے دوہرا دیا۔اس جذبہ کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت سے واقف، آپ کی صحبت میں رہ چکے یا آپ کی سیرت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔وہ کوہِ وقار تھے، غیور تھے، خوددار تھے۔ان کا سر کبھی کسی کے سامنے نہ جھکا، جھکا تو اپنے محبوب آقا کے سامنے۔اور اسی عشقِ کامل کا نتیجہ تھا کہ ایک کم عمر لڑکی جو ان کی شاگرد بھی تھی، اس کے لئے بھی اپنے پیارے لڑکے کا اتنا کہنا کہ 'کہو میں نوکر نہیں ہوں' سخت ناگوار گزرا۔آپ کا چہرہ مجھے اب تک یاد ہے، ایسا اثر تھا کہ صرف غصہ اور ناگواری ہی نہیں بلکہ بہت صدمہ گزرا ہے۔حالانکہ جیسا وہ والدین کی مانند بے انتہا لاڈ پیار مجھ سے کرتے تھے، بے تکلف تھے، ان کا حق تھا، وہ بآسانی مجھے بھی کہہ سکتے تھے، سمجھا سکتے تھے کہ بچہ سے ایسا نہیں کہلواتے، ذلیل ہوجاتا ہے، عزتِ نفس نہیں رہتی۔تم اس کو جو چاہو ویسے ہی دے دیا کرو۔مجھے بھی آپ کا روکنا ذرا بھی برا معلوم نہ ہوتا۔کیونکہ ان کی محبت کا پلڑا بہت بھاری تھا۔مگر انہوں نے اپنے طبعی وقار کے خلاف صرف اپنے جذبۂ عشق ومحبت کے تحت الٹا بچہ سے سامنے کہلوایا کہ 'میں نوکر ہوں'۔''

(حیاتِ نور از: عبدالقادر(سابق سوداگر مل) ص287۔مطبوعہ:پنجاب پریس، وطن بلڈنگ لاہور 1963ء)

نیک اولاد میرے لئے دعا کرسکے

محترم چوہدری غلام محمد صاحب جو قادیان بورڈنگ کے انچارج تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبۂ تربیتِ اولاد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میاں عبدالحئی کی تعلیم کی پہلے ماہ کی رپورٹ لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔جس میں میں نے لکھا تھا کہ عزیز عبدالحئی اس ماہ میں باقاعدہ نمازیں پڑھتا رہا ہے۔آپ نے رپورٹ پڑھ کر اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کر دیا اور فرمایا کہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی خوشخبری دے تو اسے کچھ دینا چاہئے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بڑھاپے میں لڑکے دے کر اس شرک سے بھی بچا لیا ہے کہ میں بچوں سے کوئی خدمت کی بھی امید رکھ سکوں۔ نیز میرے پاس کوئی سند نہیں ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے میرے باپ دادا کے پاس بھی کوئی سند نہیں تھی۔ لیکن ہم سب عزت کی روٹی کھاتے رہے ہیں۔ اس لئے میرے بچوں کو سندوں کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی نیک ہو جائے تو میرے لئے بعد میں دعا کر سکے۔''

(اصحابِ احمد جلد ہشتم ص 72۔ از: ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

بیویوں سے حُسنِ سلوک کا نتیجہ نیک اولاد ہے

'' عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ جیسا کہ لباس میں سکون، آرام، گرمی سردی سے بچاؤ، زینت، قسما قسم کے دکھ سے بچاؤ ہے، ایسا ہی اس جوڑے میں ہے، جیسا کہ لباس میں پردہ پوشی۔ ایسا ہی مردوں اور عورتوں کو چاہئے اپنے جوڑے کی پردہ پوشی کیا کریں، اس کے حالات کو دوسروں پر ظاہر نہ کریں۔ اس کا نتیجہ رضائے الٰہی اور نیک اولاد ہے۔ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک چاہئے اور ان کے حقوق کو ادا کرنا چاہئے۔''

(خطبہ جمعہ 4 جون 1909، خطباتِ نورؓ ص 400۔ از: نظارت اشاعت ربوہ)

ایک طرف انسان دوسری طرف مسلمان بناؤ

'' اولاد کے لئے ایسی تربیت کی کوشش کرو کہ ان میں باہم اخوت، اتحاد، جرأت، شجاعت، خودداری، شریفانہ آزادی پیدا ہو۔ ایک طرف انسان بناؤ، دوسری طرف مسلمان۔''

(خطباتِ نور ص 75۔ از: نظارت اشاعت ربوہ)

عربی زبان سکھاؤ

'' یہ بات میں نے کئی مرتبہ سکھائی ہے کہ ہمارے رسولؐ، قرآن اور عقل کا منشاء ہے کہ ہر مسلمان کچھ عربی بھی سیکھے۔ نماز ہماری عربی میں ہے۔ تمام دعائیں ہماری عربی میں ہیں۔ پھر اگر ہم عربی نہیں جانتے تو ہم نے نماز ہی کو کیا سمجھا۔ ہماری ملاقات کا ذریعہ السلام علیکم بھی عربی میں۔ اسی طرح نکاح میں، غمی میں، بچہ کی پیدائش کے وقت کان میں اذان دینے میں، غرضیکہ ہمارے ہر کام میں عربی کا دخل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو عربی کا سیکھنا ضروری ہے۔''

(خطباتِ نور ص 530۔ از: نظارت اشاعت ربوہ)

بچپن میں تربیت

'' تم جانتے ہو برسات میں جب آم کی گٹھلیاں زمین میں اُگ آتی ہیں تو بچے اکھیڑ کر ان کی پیپیاں بناتے ہیں۔ لیکن اگر اس آم کی گٹھلی پر پانچ چھ برس گزر جاویں تو باوجود یکہ یہ لڑکا بھی پانچ چھ برس گزرنے پر جوان اور مضبوط ہو جاوے گا لیکن پھر اس کا اکھیڑنا دشوار ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ جب تک جڑ زمین میں مضبوطی کے ساتھ گڑ نہ جائے اس وقت تک اکھیڑنا آسان ہے اور جڑ مضبوط ہونے کے بعد دشوار۔ عادات وعقائد بھی درخت کی طرح ہوتے ہیں۔ بری عادات کا اب اکھیڑنا آسان ہے لیکن جڑ پکڑ جانے کے بعد ان کا ترک کرنا یعنی اکھیڑنا ناممکن ہوگا۔ بعض بچوں کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ اگر شروع سے ہی اس کو دور نہ کرو گے تو پھر اس کا دور کرنا مشکل ہوگا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جن کو بچپنے میں جھوٹ کی عادت پڑ گئی ہے، پھر عالم فاضل ہو کر بھی ان سے جھوٹ کی عادت نہیں چھوٹی ہے۔''

(حیاتِ نور ص 427 مؤلفہ عبد القادر سابق سوداگر مل، 1963)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اُسوہ اور ارشادات

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ تربیت حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے اپنی خاص نگرانی میں فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے جس انداز میں اپنے بچوں کی تربیت فرمائی اور اس سلسلہ میں ساری جماعت کی رہنمائی فرمائی، اس کا ذکر آج کے مضمون کا مطلوب و مقصود ہے۔

خدا پر توکل کی تعلیم

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر تھا۔ ایک دن عصر کے بعد کسی دور کے محلّہ میں کوئی پروگرام رکھا گیا تھا جس میں میں نے شامل ہونا تھا۔ گھر میں میری بیٹی امتہ الشکور بڑی سخت بیمار تھی، اسے اس شدت کے اسہال آ رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا وزن نصف ہوگیا، بدن کا سارا پانی نچڑ گیا۔ میری طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنا پروگرام کینسل کروں اور بچی کے پاس ٹھہرا رہوں۔ میں نے ہومیوپیتھی کی ایک دوائی بچی کے منہ میں ڈالی اور اپنی بیوی منصورہ بیگم سے کہا کہ شفا اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے میرے پاس رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ میں بچی کو اسی حال پر چھوڑ کر جماعتی پروگرام پر چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اللہ کی شان دیکھئے کہ بچی صحت مند ہو چکی تھی۔

(ماہنامہ مصباح ،سیدنا ناصر نمبر جون جولائی 2008 ص280)

انانیت کا توڑ

آپ کے صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب وکیل الاشاعت تحریک جدید ربوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

میں نے جب ایف اے کیا تو آپ کو نہ جانے کیسے خیال ہوا کہ شاید میرے دل میں انا کا عنصر ہے، اس زمانہ میں ایک کمپنی تھی جو لکڑی کی کیسنگز (casings)، جن میں سے بجلی کی تاریں گزاری جاتی ہیں، بنایا کرتی تھی۔ آپ نے ایک ماہ کے لئے مجھے وہاں روزانہ دیہاڑی پر ملازم رکھوا دیا اور میرا کام کیسنگ پر پالش کرنا تھا۔ چنانچہ میں پالش کرنے والوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر ایک ماہ تک یہ کام کرتا رہا۔

(ماہنامہ مصباح، سیدنا ناصر نمبر جون جولائی 2008ء ص283)

بطور چپڑاسی تقرر

آپ کے صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب ہی تحریر فرماتے ہیں:

آپ نے مجھے خلافت لائبریری میں مولوی محمد صدیق صاحب، جو اس وقت لائبریرین ہوتے تھے، کے ساتھ مددگار کارکن یعنی چپڑاسی لگوا دیا، یہاں سے مجھے کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی یہاں میں نے ایک ماہ کام کیا اور میرا کام یہ ہوتا تھا کہ میں روزانہ الماریوں میں کتابوں کی جھاڑ پونچھ کرتا اور لائبریری کی صفائی کرتا تھا۔

(ماہنامہ مصباح ،سیدنا ناصر نمبر جون جولائی 2008ء ص283)

تربیت اور دلجوئی کا امتزاج

مکرم صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

مسجد بشارت سپین کی سنگ بنیاد کے لئے جاتے ہوئے میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری آپ کے ساتھ تھا۔ ملاگا ایئر پورٹ پر immigration والوں نے بعض وجوہ کی بنا پر پاسپورٹ clear کرنے میں دیر کردی، آپ اور امی لاؤنج میں ٹہلتے رہے، جب زیادہ دیر ہوگئی تو آپ نے مجھ سے خفگی کا اظہار کیا اور ہلکی سی ڈانٹ بھی پلا دی۔ اس پر میں اپنے مان اور ناز سے آپ سے روٹھ گیا۔ فرائض پورا کرنے اور خدمت میں تو کوئی کمی نہیں کی لیکن رنجیدہ خاطر رہا۔ کچھ دنوں کے بعد امی نے آپ سے کہا کہ '' آپ نے خواہ نخواہ ڈانٹ دیا، وہ روٹھا ہوا ہے'' پھر آپ میری تربیت اور دلجوئی out of the way بھی جا کر کرتے رہے۔ اور جیسے محبت کا اظہار پہلے برملا نہیں کیا کرتے تھے۔ اب بے اختیار برملا ہونے لگا مجھے اور کیا چاہیئے تھا۔

(ماہنامہ مصباح ،سیدنا ناصر نمبر جون جولائی 2008ء ص283)

کامیابی پر حوصلہ افزائی

آپ کے صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

میٹرک کے بعد میں نے خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں یا یوں کہیں کہ اپنی زندگی میں پہلی تقریر کی تو اپنے معیار میں بھی اور باقی دونوں معیاروں میں بھی اول آیا۔ آپ اس وقت صدر خدام الاحمدیہ تھے۔ اسی طرح جب میں نے جلسہ سالانہ میں پہلی تقریر کی تو ان دونوں مواقع پر خوشی کا اظہار مجھے اب تک یاد ہے۔ جس سے میری بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔

(ماهنامه مصباح سیدنا ناصر نمبر جون جولائی 2008ء ص382)

دلجوئی کا انداز

اسی طرح محترم صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب وکیل الاشاعت تحریک جدید ربوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقف کی تحریک کی تو میں نے آپ اور امی کو بتائے بغیر اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اگلے ہی خطبہ جمعہ میں آپ نے بڑی خوشی کے ساتھ میرے وقف کی منظوری کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد میں جب آپ سے ملا تو آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ مسکرائے اور مجھے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ لیکن میں دل میں جانتا تھا کہ میرے وقف پر آپ کو کس قدر خوشی ہوئی ہے۔

(ماهنامه مصباح سیدنا ناصر نمبر جون جولائی 2008ء ص382)

رونا نہیں بلکہ مسکراؤ

1953ء میں جب آپ کو گرفتار کر کے لے جایا جانے لگا تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنے بچوں مرزا انس احمد صاحب، امتہ الشکور صاحبہ، امتہ الحلیم اور مرزا فرید احمد صاحب سے فرمایا کہ گھبرانا نہیں بلکہ مسکراؤ اور اپنی امی کے سامنے جا کر رونا نہیں، نہ ان کو کچھ کہنا ہے۔ کیونکہ ان دنوں بچوں کی والدہ مرزا لقمان احمد صاحب کی پیدائش کے لئے ہسپتال داخل تھیں۔

(ماهنامه مصباح سیدنا ناصر نمبر جولائی 2008ء ص 271)

تربیت کا انوکھا انداز

آپ کی صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

''ہم بچوں کی چھوٹی معصوم نادانیوں کو Enjoy بھی کرتے تھے اور بلا وجہ روک ٹوک نہیں ہوتی تھی، خاص طور پر ابا بالکل بھی نہیں ڈانٹتے تھے۔ تربیت کا انداز بڑا انوکھا تھا، حضرت اماں جان والا یعنی Indirect طریقہ پر۔ کبھی یوں نہیں کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یہ بری بات ہے، اسطرح نہیں کرتے بلکہ باتوں باتوں میں کبھی حدیث سنا دیتے، کبھی بزرگوں کی کوئی مثال دے دیتے۔ ایک بار کھانا کھاتے ہوئے کسی بات پر کہنے لگے'' حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچوں کو بھی اور مجھے بھی کہا کرتیں کہ میرے بچے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اس لئے ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یا یہ کہا کہ کبھی اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی'' یہ کہہ کر ہمیں اس نظر سے دیکھا گویا یہی اعتماد میں اپنے بچوں پر بھی رکھتا ہوں۔ یہ بات شاید میں بچپن سے سنتی آ رہی تھی کہ مجھے جھوٹ سے ایک طرح کی نفرت ہو گئی۔''

(ماهنامه مصباح سیدنا ناصر نمبر جون جولائی 2008ء ص312)

ہم نے بچوں کی تربیت کرنی ہے

''ہمارے اپنے بچے پیدا ہوئے ہیں اور جوان ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کی تربیت کرنی ہے، ہم نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھانی ہیں۔ ہم نے ان کے دلوں میں اس نور کو پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارے دلوں میں پیدا کیا ہے۔ ہم نے ان کو

بتانا ہے کہ قرآن عظیم کتنی عظیم کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی محقق اور کوئی عالم ہمارے سامنے آکر اسلام کے خلاف بات نہیں کرسکتا اور نہ صرف یہ کہ ہم نے اس کا اسلام پر حملہ رد کرنا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بشارت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کو اس قدر قابلیت دے گا کہ نہ صرف یہ کہ اسلام پر جو حملے ہوں گے وہ ان کا دفاع کرسکیں گے بلکہ علمی میدانوں میں اور عقل کے میدانوں میں وہ دوسروں کے خیالات پر جارحانہ حملے کریں گے اور انکے خیالات اور ان کے عقائد اور ان کی تحقیق کا بوداپن اور غلطیاں ان پر ظاہر کریں گے۔"

(خطاباتِ ناصر جلد دوم ص190 از: نظارت اشاعت ربوہ 2010ء)

نیکی کی بنیاد بچپن میں

"نیکی کی بنیاد بچپن ہی میں پڑسکتی ہے۔ کیونکہ ساری عادتیں بچپن ہی میں پڑتی اور پختہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ذریتِ طیبہ بننے کے لئے اور نیکی کی بنیاد کو قائم کرنے کے لئے جسم کی اور کپڑوں کی صفائی ہے۔۔۔ غرض بچپن کا زمانہ ہی بنیادوں کو قائم کرنے کا ہے اور بچپن ہی میں نیکی کی بنیاد قائم کی جاسکتی ہے۔ ہمیشہ آپ بچوں کو یہ وعظ اور نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ صاف رہا کرو۔ مناسب وقتوں پر نہانا ضرور چاہئے تاکہ جسم کی گندگی دور ہو جائے۔ جسم کے جو حصے ہر وقت ننگے رہتے ہیں۔ مثلاً چہرہ ہے، ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، ان کو کم از کم پانچ بار وضو کرتے ہوئے اچھی طرح دھونا چاہئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفائی پر اس قدر زور دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے ٹخنوں کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ۔ یہ نہ ہو کہ دھوتے وقت بے خیالی میں پاؤں کے کچھ حصے بغیر دھلنے کے رہ جائیں اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لو۔"

(مشعلِ راہ جلد چہارم ص239,238از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

اگلی نسل کو ذُریتِ طیبہ بنائیں

"غرض ہم سرسبز علاقے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہا ہے کہ اگر تم اپنی نسل میں نیکی کی بنیاد کو قائم کرکے اگلی نسل کو ذریتِ طیبہ بنانے کی کوشش نہیں کروگے، اس حد تک جتنا تمہارے ہاتھ میں ہے، جتنی تمہارے لئے ممکن ہے تو پھر میں یہ سرسبز علاقے بنجر کردوں گا۔ پھر یہ نعمتیں یہاں نازل نہیں ہوں گی۔ پس ہمیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں سے ہمیں یہ ایک سرسبز علاقہ ملا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں یہ سرسبز علاقہ بنجر بن جائے۔۔۔ میں آپ سے تمثیلی زبان میں باتیں کررہا ہوں۔"

(مشعلِ راہ جلد چہارم ص243، از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا اُسوہ اور زریں ہدایات

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ تقریر و تحریر اور دعوت و تربیت کا اپنا ایک منفرد انداز رکھتے تھے۔ اولاد کی تربیت کے لئے بھی آپ نے اپنے اُسوہ اور ہدایات سے اپنی اولاد اور جماعت کی خوب رہنمائی فرمائی جس کا مختصر تذکرہ کرنا آج مقصود ہے۔

غریبوں کی ہمدردی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بچوں کو دوسروں کی مدد کرنے کی تربیت کا ذکر کرنے کے بعد اپنے بارہ میں فرماتے ہیں: "میں نے بھی اسی سنت پر عمل کرکے اپنی بچیوں کی تربیت کی ہے۔ ان کو جب میں کوئی چیز کھانے کو دیتا تھا تو اکثر لے کر باہر نکل جاتی تھیں اور نوکروں وغیرہ کو اور دوسروں کو ساتھ شامل کرلیا کرتی تھیں۔ تو آپ کو بھی بچپن سے ہی اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرنی چاہئے کہ جب کوئی اچھی چیز کھائیں تو ساتھ غریبوں اور دوسروں کو بھی شریک کرلیا کریں۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 3 مارچ 2004ء ص 5)

اندازِ تربیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بچیوں کو زمینوں پر لے جاتے اور ساتھ ساتھ انہیں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بتاتے جاتے۔ کیونکہ آپ کو یہ نکتہ خوب معلوم تھا کہ بچہ کے ذہن پر ہر چیز نقش ہو رہی ہوتی ہے جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے۔ آپ انہیں قرآن کریم سے ماخوذ کہانیاں بھی سونے سے پہلے سنایا کرتے تھے۔ آپ کی بیٹی محترمہ فائزہ بیان کرتی ہیں کہ آپ نے بچپن میں ہی قرآن کریم میں مذکور تمام کہانیاں اپنے ابا سے سن رکھی تھیں۔ جو تربیت کا بہت اچھا انداز تھا۔ اسی بات کی آپ والدین کو تلقین کیا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کو قرآنی کہانیاں سنایا کریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 27 دسمبر 2003 ص45)

نمازِ فجر کے لئے بچوں کو جگاتے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نمازِ فجر سے قبل اپنی بچیوں کو نماز کے لئے جگایا کرتے تھے۔ آپ انہیں جگا کر پھر ان پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے پھر واپس یہ دیکھنے نہیں آتے تھے کہ وہ بیدار ہوئیں یا نہیں۔ ایک بار جگانے کو ہی کافی سمجھتے تھے۔ اسی اعتماد کی وجہ سے ہی بچیاں اپنی ذمہ داری کو پورا کرتی تھیں۔

(ایک مردِ خدا ص222، از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ 1996ء)

دست بدعا

ایک دفعہ بہت سی لڑکیوں نے امتحان میں کامیابی کے لئے آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپ کی چھوٹی صاحبزادی نے بھی اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس پر اگلے دن آپ نے اپنی بیٹی سے بہت اظہارِ خوشنودی فرمایا اور کہنے لگے کہ ''میں تمہاری اور تمہاری تمام سہیلیوں کی کامیابی کے لئے ضرور دعا کروں گا۔ ہر قدم پر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہی رہنا چاہئے۔''

(ایک مردِ خدا ص222، از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ 1996ء)

ٹیلی ویژن کا صحیح استعمال

چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ جو ایک سادگی پسند، مرتاض، اور محتاط احمدی بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ہاں کھانے کی دعوت میں شمولیت کے لئے تشریف لائے یہ انتخابِ خلافت سے پہلے کی بات ہے حضرت صاحبزادہ کے ہاں ٹیلی ویژن سیٹ دیکھا تو بہت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور بے ساختہ پکار اٹھے:

''میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ بھی ان فضول مشاغل کا شکار ہو گئے ہیں؟''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے انہیں کچھ یوں جواب دیا:

''نہیں میں ان مشاغل کا شکار نہیں ہوا، البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے نقطہ نظر اور میرے نقطہ نظر میں فرق ہے۔ میری سوچ آپ سے بہت مختلف ہے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ٹیلی ویژن میں فقط خرابی ہی خرابی ہے، کوئی خوبی سرے سے ہے ہی نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے کچھ پروگرام یقیناً نامناسب ہوتے ہیں لیکن اگر آپ ٹیلی ویژن پر مکمل قدغن لگا دیں اور اسے دیکھنا ممنوع قرار دے دیں تو جانتے ہیں کیا ہوگا؟ ذرا سوچئے تو سہی۔ کیا اس صورت میں ہم نوجوانوں کی فطرت کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کر رہے ہونگے؟ اگر بچوں کے لئے اپنے گھر میں ٹیلی ویژن دیکھنا شجرِ ممنوعہ بن جائے تو وہ اسے اپنے گھر میں دیکھنے کی بجائے کسی ہمسائے کے گھر میں جا کر دیکھ لیں گے۔ اس طرح ہم انہیں منافقت اور دوغلے پن کی تربیت دے رہے ہوں گے اور بچے ماں باپ کی نظر بچا کر ایک مجرمانہ احساس کے ساتھ چوروں کی طرح اپنے جذبات کی تسکین کے سامان تلاش کرنے لگیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت خطرناک راستہ ہے جس پر قدم مارنے کے نتائج بھیانک اور افسوسناک ہو سکتے ہیں۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اپنے بچوں کو اپنے گھر میں اپنی نظروں کے سامنے ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت دے دوں تا کہ ضرورت پڑنے پر میں ان کی راہنمائی کر سکوں اور بچے بھی جب چاہیں مجھ سے مشورہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سب اکٹھے بیٹھتے ہیں اور ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے کچھ ڈراموں اور پروگراموں کو مل کر دیکھتے ہیں۔ ٹھیک ہے

کچھ پروگرام ناپسندیدہ ہوتے ہیں جنہیں دیکھنا میں ہرگز گوارا نہیں کرسکتا۔لیکن ہوتا یوں ہے کہ میں پروگراموں پر تبصرہ بھی کرتا جاتا ہوں۔اس طرح پسندیا ناپسند کا معقولی رنگ میں اظہار بھی ہو جاتا ہے اور بچوں کو علم ہو جاتا ہے کہ میری ان پروگراموں کے بارے میں کیا رائے ہے اور میری رائے اور میرے نقطہ نظر کے مناسب اظہار سے نہ صرف متاثر ہوتے ہیں بلکہ ان کی اس قسم کے پروگراموں میں دلچسپی ماند پڑ جاتی ہے اور وہ ان کے کھوکھلے پن کے قائل ہو جاتے ہیں، ان کی دلچسپی اور ذوق وشوق کا رخ بدل جاتا ہے۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اگر میں ان پر خشک سختی کرتا تو وہ میری پسند ناپسند کا احترام کرنے کی بجائے اس کے خلاف بغاوت کے مرتکب ہو جاتے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو میرے اس جواب سے اندازہ ہو گیا کہ میں کن خطوط پر اپنے بچوں کی تربیت کرنے کی کوششیں کر رہا ہوں۔ (ایک مرد خدا صفحہ:236 تا 238،از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ 1996ء)

تربیت کا ایک عجیب انداز

محترمہ صاحبزادی فائزہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی تربیت کا ایک اور بہت عجیب انداز تھا جو میں نے عام طور پر باقی گھروں میں نہیں دیکھا۔ جب آپ کہیں باہر سے تشریف لاتے تو پہلے دن وہ تحائف نہ دیتے جو آپ بچوں کے لئے لائے ہوتے بلکہ اگلے دن وہ چیزیں ہمیں ملا کرتیں۔ ایک دفعہ میں نے ابا سے آتے ہی پوچھ لیا آپ ہمارے لئے کیا لائے ہیں؟ آپ نے کہا دیکھو! تمہاری بڑی بہن نے تو مجھ سے یہ نہیں پوچھا بس اسے تو مجھے ملنے کی خوشی ہی کافی لگ رہی ہے۔ پھر فرمایا میں تمہیں تحائف پہلے دن اس لئے نہیں دیتا کہ اصل خوشی کی بات تمہارے لئے یہ ہونی چاہیے کہ باپ اتنی دیر کے بعد گھر آیا ہے اور تم سے ملا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل اہمیت اور محبت دینے والی ہستی کی ہونی چاہئے اس مادی چیز کی نہیں۔ یہ میں اس لئے کرتا ہوں کہ جب بھی خدا کی کوئی نعمت تمہیں ملے تو اس نعمت کی شکر گزاری تمہیں خدا کی محبت کی طرف لے جائے کیونکہ اصل دینے والا اور تمام نعمتوں کا مالک خدا ہی ہے۔ (ماھنامه خالد سیدنا طاھر نمبر مارچ و اپریل 2004صفحه 223)

ہم اکٹھے کھیلتے ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بچیوں کی کھیل کھیل میں تربیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم اکٹھے کھیلتے، ایک دوسرے کو بھاگ کے پکڑتے، درختوں پر چڑھنے کے مقابلے ہوتے، آنکھ مچولی کا کھیل بھی ہوتا۔ جب بچیوں سے کھیلتا تو یوں لگتا جیسے میں ان کا ہم عمر ہوں۔ یہ کھیل میرے لئے کیا تھے، تفریح کی تفریح اور آرام کا آرام اور دلی مسرتوں کا خوان یغما۔''

(ایک مردِ خدا ص128 ،از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ 1996)

محبت بھرا دوستانہ ماحول

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی بیٹی رقم فرما ہیں کہ:

''اگر ہم کبھی ابا جان کو ہنسی مذاق میں چھیڑتیں تو بڑے خوش ہوتے۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ میری بہن فائزہ نے سوائے ایک ٹافی کے، ڈبے کی ساری ٹافیاں کھالیں اور ان کی جگہ بالکل انہیں کی طرح کنکر لپیٹ کر انہیں اس صحیح سلامت اکلوتی ٹافی کے ہمراہ ڈبہ میں رکھ کر ڈبہ ابا جان کی میز پر سجایا۔ اور لگے ہاتھوں بڑا سا سوالیہ نشان بھی ڈبے پر لگا دیا۔ اور خود بڑی بے تابی سے انتظار کرنے لگیں کہ دیکھئے اب ابا جان کیا کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتی ہیں کہ ڈبہ اپنی اصل جگہ پر واپس رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اب کی بار اس کے ساتھ ایک پرچہ بھی منسلک تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے: 'میں نے اپنے حصہ کی ایک ٹافی کھالی ہے۔ باقی ٹافیاں آپ کھالیں'۔ غور سے دیکھا تو وہ اکلوتی ٹافی غائب تھی۔''

(ایک مردِ خدا ص 212 ،از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ 1996)

بیٹے اور بیٹی میں توازن ہو

''ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم پاک معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور عورتوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ایسی کریں اور خصوصاً

لڑکوں کی۔ جب وہ بڑے ہوں تو وہ اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرنے والے ہوں۔ آج کی مائیں کل کے مرد پیدا کرنے والی مائیں ہیں۔۔۔ماں نے تربیت ایسی کی ہے لڑکوں کی کہ ان کو خدا بنا دیتی ہیں، ان کو متکبر کر دیتی ہیں، ان کے نخرے زیادہ اُٹھاتی ہیں اور لڑکیوں پر ان کو فضیلت دیتی ہیں یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان کو پاگل بنا دیتی ہیں۔ وہ مائیں جن کی غلط تربیت بعد میں عورتوں کے سامنے آتی ہے؛ گویا فی الحقیقت آخری شکل میں عورت، عورت پر ظلم کرتی ہے۔ ہمیشہ ایسے گھر جہاں لڑکے کو خدا بنایا جا رہا ہو اور اس کو لڑکیوں پر فضیلت دی جا رہی ہو، اس کے سب نخرے برداشت کئے جا رہے ہوں، اس کو سب چھٹیاں دی جا رہی ہوں۔ ایسے لڑکے جب بڑے ہو کر مرد بنتے ہیں تو ہمیشہ دوسری لڑکیوں کے لئے ایک مصیبت بن جاتے ہیں۔۔۔ پس اگر آپ نے اپنے اوپر رحم کرنا ہے تو اپنے لڑکوں کی صحیح تربیت کریں اور عورت کے حقوق ان کو بچپن سے بتائیں اور اپنی بہنوں کی عزت کرنا ان کو سکھائیں اور نگران رہیں اس بات پر کہ ان سے وہ سخت کلامی بھی نہ کریں۔ اگر ایسے لڑکے آپ پیدا کریں گی اور ایسے لڑکے پروان چڑھائیں گی تو میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا احسان آئندہ نسلوں پر بڑا بھاری ہوگا۔ نسلاً بعد نسلٍ احمدی بچیوں کو اچھے خاوند عطا ہوتے رہیں گے۔ نیک دل، محبت کرنے والے، خیال رکھنے والے، قربانی کرنے والے، ایسے خاوند عطا ہوتے رہیں گے جیسا خاوند ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں دیکھا۔'' (خطاب لجنہ کینیڈا ،6 جولائی 1991)

جھوٹ کی حوصلہ شکنی کریں

''اگر کوئی بچہ مذاق میں بھی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ پر بھی آپ بالکل نہ ہنسیں۔ بلکہ حیرت سے دیکھیں اور اسے کہیں: یہ تم کیا بات کر رہے ہو، یہ مذاق کا قصہ نہیں ہے۔ مذاق کرنا ہے تو سچے مذاق کرو۔ ایک دوسرے کو لطیفے سناؤ اور اس قسم کی باتیں کرو جن سے حاضر جوابی کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ جھوٹ بولنے سے مذاق کا کیا تعلق، یہ تو گندگی ہے۔ جہاں بھی جھوٹ دیکھیں وہاں اس کو دبائیں اور اُس کی حوصلہ شکنی کریں۔''

(مشعلِ راہ جلد چہارم ص345۔از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

ٹوپی پہننے کی عادت کا فائدہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بچپن سے ہی ٹوپی پہننے کی عادت کے فائدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ جو رواج ہیں یہ قوم کے اچھے اخلاق اور قومی روایات کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو معمولی سمجھ کر بھلا نہیں دینا چاہئے، ورنہ آج جو ننگے سر بچے بڑے ہو رہے ہیں ان کے متعلق اس بات کا زیادہ احتمال ہے کہ وہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر کئی قسم کی خرابیوں کا شکار ہو جائیں۔ پھر اگر مغربی تہذیب کہے گی کہ سر منڈوانا شروع کرو اور اُسترے پھرواؤ اور SKIN HEAD (سکن ہیڈ) بن کر نکلو۔ وہی لوگ ہیں جنہوں نے بڑے ہو کر سر مونڈنے ہیں۔ لیکن جن کو بچپن سے ٹوپی پہننے کی عادت ہو، ٹوپی ان کی حفاظت کرے گی۔ اور ایسے بچے مغربی تہذیب سے اول تو متاثر نہیں ہوں گے۔ اگر ہوئے بھی تو بہت کم ہوں گے۔ اس لئے یہ بہت اہم چیزیں ہیں۔ ان کی طرف آپ کو بہت توجہ کرنی چاہئے۔'' (مشعلِ راہ جلد چہارم 346۔از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

بچوں کو ساتھ لے کر نیکیاں سکھائیں

''اگر آپ کے دل میں سچی لگن ہو تو ایسی ماؤں کے بچے ضائع نہیں ہو سکتے۔ ضرور اس لگن کا کہیں فقدان ہے، اس کا کہیں بحران ہے اور اس کی طرف آپ کو توجہ کرنی چاہئے۔ بچپن سے ہی آپ اپنے بچوں کی عادات و اطوار پر نظر رکھیں اور جب بھی آپ دیکھیں کہ خطرے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں تو اس وقت محنت شروع کریں اور محبت و پیار کے ساتھ ان کے اندر دین کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ بچپن کی محبت ہے جو ہمیشہ کام آتی ہے۔۔۔ آپ تہجد کے وقت اُٹھیں، اپنے بچوں کو پیار دیں، ان کو اُٹھانے کی کوشش کریں، ان کے لئے دعائیں کریں۔ نماز کے وقت اگر آپ کا خاوند سست ہے تو اس کو اُٹھائیں۔ بھائی سست ہے تو اس کو اٹھائیں، سب بچوں کو جگائیں اور پھر ان کو تلاوت سکھائیں اور خود بھی اچھی آواز میں تلاوت کریں اور بچوں کو بھی تلاوت کروایا کریں۔۔۔ وہ مائیں جو تہجد کے وقت اُٹھتی ہیں، دعائیں کرتی ہیں اور پھر اپنے بچوں کی تربیت کرتیں، ان کو نماز کے لئے اٹھاتیں، ان کو نماز پڑھتے دیکھتی ہیں، ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور سکینت ملتی ہے۔''

(خطاب لجنہ اماء اللہ کینیڈا بمقام ٹورانٹو 6۔ جولائی 1991)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نیکیوں کو اپنے گھروں میں زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اسوہ اور ارشادات

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زندگی بھی بڑی منظم ہے۔ آپ صرف اصول پسند ہی نہیں بلکہ اس کے پابند بھی ہیں۔ تربیتِ اولاد کے لئے آپ کا قول و فعل بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، جس کا ایک نمونہ پیشِ خدمت ہے۔

گھر سے تعلیم کا آغاز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بچوں کا بچپن غانا میں گزرا۔ غانا میں اس وقت زیادہ تر عیسائی سکول تھے، جہاں چھوٹے بچوں کو کھیل کھیل میں ہی عیسائی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس پر بچوں کی تربیت کے لئے حضور نے فیصلہ فرمایا کہ آپ کے بچے نرسری تعلیم گھر پر ہی مکمل کریں گے تا کہ ان کے معصوم ذہن توحید سے نہ ہٹیں۔ اس غرض سے حضور نے ایک احمدی ماہرِ تعلیم Mr.P.T.Awudu صاحب سے درخواست کر رکھی تھی کہ وہ آپ کے بچوں کو ابتدائی تعلیم دیں۔

بچوں کو توحید کا سبق

جب آپ کے بچے سکول میں داخل ہوئے تو وہ پروٹیسٹنٹ عیسائی فرقہ کا سکول تھا، جہاں عیسائیت کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس پر حضور نے اپنے بچوں کو خوب اچھی طرح سمجھا دیا کہ اگر سکول میں کوئی ایسی نظم پڑھی جائے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا یا خدا کے بیٹے کے طور پر پیش کیا گیا ہو تو تم نے ایسی نظم ہرگز نہیں پڑھنی۔ صبح کی اسمبلی میں عیسائی نظم Himns پڑھی جاتی تھی۔ پہلے دن بچے سکول سے ڈنڈے کھا کر آئے کہ نظم نہ پڑھنے کی سزا ملی ہے۔ حضور نے بچوں کو تسلی دی اور سمجھایا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے ایسی نظم نہیں پڑھنی۔ تین دن بچے سکول سے مار کھاتے رہے۔ چوتھے دن حضور خود سکول گئے اور ہیڈ ٹیچر سے کہا کہ ہم مسلمان ہیں اور ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں اور ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی تو مانتے ہیں مگر خدا یا خدا کا بیٹا نہیں۔ اس لئے میرے بچے سکول میں یہ نظم نہیں پڑھیں گے۔ اس پر ہیڈ ٹیچر نے بچوں کو ایسی نظم نہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ (ماہنامہ تشحیذ الاذھان ماہِ ستمبر، اکتوبر 2008 ص18)

کپڑے تہ کر کے رکھیں

مکرم سید محمود احمد صاحب (موجودہ ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ)، جو حضور انور کے سب سے چھوٹے برادرِ نسبتی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ خلافت سے قبل وہ حضور کے ساتھ سفرِ سندھ پر تھے کہ ایک دن اپنے گندے کپڑے اسی طرح بیگ میں ڈال رہے تھے۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں کپڑے بھی رکھنے نہیں آتے۔ اِدھر آؤ میں سکھاتا ہوں۔ گندے کپڑوں کو بھی تہ کر کے رکھا کرو۔ حضور خود بھی ہمیشہ کپڑے تہ کر کے ہی رکھتے ہیں۔ (ماہنامہ تشحیذ الاذھان ماہِ ستمبر، اکتوبر 2008 ص30)

بہترین خاوند اور باپ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اہلیہ محترمہ سیدہ امتہ السبوح بیگم صاحبہ گواہی دیتی ہیں کہ حضورِ انور بھرپور دینی مصروفیات کے باوجود پہلے کی طرح ہی گھریلو امور میں دلچسپی لیتے ہیں اور بھرپور تعاون فرماتے ہیں۔ اور خلافت سے قبل قیامِ غانا کے دوران خود روکھی سوکھی کھا کر بھی میری اور بچوں کی ضروریات کا اپنی طاقت کے مطابق خیال رکھتے تھے۔ پہلے بھی اپنے بچوں کو وقت دیتے تھے اور اب بھی دیتے ہیں۔ اور ان کی دینی و دنیوی ضروریات اور تربیت کا خیال رکھتے ہیں۔

(ماہنامہ تشحیذ الاذھان ،سیدنا مسرور نمبر ماہِ ستمبر، اکتوبر 2008 ص14، 15)

نیک ماؤں کی نیک اولاد

"جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظامِ جماعت کی اطاعت کرنے والی ہوں، اجلاسوں، اجتماعوں وغیرہ میں باقاعدہ شامل ہونے والی ہوں، ہر قسم کے تربیتی پروگراموں میں اپنے کاموں کا حرج کر کے حصہ لینے والی ہوں، نظامِ جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کے لئے

دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے پھر عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں اور ماں باپ کے بھی اطاعت گزار ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے اہم اور ضروری چیز ہے کہ ماں باپ خود اپنے بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔" (روزنامہ الفضل ربوہ 17 ستمبر 2004 ص3)

بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں

"ایک اور اہم بات اور یہ بھی میرے نزدیک انتہائی اہم باتوں میں سے ایک ہے بلکہ سب سے اہم بات ہے کہ بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں کیونکہ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین نہیں۔ اس کی عادت بچوں کو ڈالنی چاہئے اور اس کے لئے سب سے بڑا والدین کا اپنا نمونہ ہے۔ اگر وہ خود نمازی ہوں گے تو بچے بھی نمازی بنیں گے، نہیں تو صرف ان کی کھوکھلی نصیحتوں کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔" (الفضل انٹرنیشنل 22۔ اگست 2003)

اپنی نسلوں کو تقویٰ پر قائم کریں

"اگلی بات یہ ہے کہ تقویٰ کے مطابق زندگیوں کو ڈھالنا اور اُسے صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا کافی نہیں بلکہ اپنی نسلوں میں بھی یہ اعلیٰ وصف پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ اگر ہم نے اپنی نسلوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چلانے کی کوشش نہ کی تو ہمارا تقویٰ ہماری ذات تک ہی محدود رہ جائے گا۔ اور ہمارے مرنے کے بعد ہماری نسلوں میں یہ جاری نہیں رہ سکے گا۔ اگر ہم نے اپنی نسلوں کی صحیح طرح تربیت نہ کی اور ان کو تقویٰ پر قائم نہ کیا تو پھر ہماری نسلیں بگڑ کر پہلے کی طرح ہو جائیں گی جن میں کوئی دین نہیں رہے گا۔ اس لئے ہر احمدی کے لئے ضروری ہے کہ جو نورِ ھدایت اس نے حاصل کیا ہے وہ اپنی نسلوں میں بھی جاری کرے تا کہ ہر آنے والی نسل پہلے سے بڑھ کر تقویٰ پر چلنے والی ہو۔"

(خطباتِ مسرور جلد دوم ص222.223)

کیا ہم نے تربیتِ اولاد کی ہے؟

"اے احمدی ماؤ! وہ خوش نصیب ماؤ! جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو پہچانا، اس کی اطاعت کا جؤا اپنی گردنوں پر رکھا، دنیا کی مخالفت مول لی اور یہ عہد کیا کہ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، اپنا اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہیں ہم اس عہد سے دور تو نہیں جا رہے۔ ہمارا دین کو دنیا پر مقدم رکھنا صرف اپنی ذات تک ہی محدود ہو کر تو نہیں رہ گیا۔ کیا ہم اس کو آگے بھی بڑھا رہے ہیں، کیا ہم نے اس عہد کو آگے اپنی نسلوں میں منتقل کر دیا ہے، کیا ہماری گودوں میں پلنے والے عباد الرحمان اور صالحین کے گروہ میں شامل ہونے والے کہلانے کے حقدار ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو امانت ہمارے سپرد کی تھی، وہ امانت جو اللہ تعالیٰ نے ہماری کوکھوں سے اس لئے جنم دلوائی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کر سکیں، ان کی تربیت کی ہے۔ کیا ہم اور ہمارے بچے خیرِ امت کہلانے کے مستحق ہیں؟ اگر ہاں میں جواب ہے تو مبارک ہو۔۔۔ اپنے گھروں کے ماحول کو بھی ایسا پاکیزہ بنانا ہوگا جہاں میاں بیوی کا ماحول ایک نیک اور پاکیزہ ماحول کو جنم دے۔ اور یوں ہر احمدی گھرانہ ایک نیک اور پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے والا بن جائے جس سے جو بچہ پیدا ہو، جو بچہ پروان چڑھے، وہ صالحین میں سے ہو۔ پس اپنی قدر و منزلت کو پہچانیں۔ کوئی احمدی عورت معاشرہ کی عام عورت کی طرح نہیں ہے۔ آپ تو وہ عورت ہیں جس کے بارہ میں خدا کے رسولؐ نے یہ بشارت دی ہے کہ جنت تمہارے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور کون ماں چاہتی ہے کہ اس کی اولاد دنیا و آخرت کی جنتوں کی وارث نہ بنے۔ پس ایک نئے عزم کے ساتھ ہمت اور دعا سے کام لیتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔ آپ تو خوش قسمت ہیں کہ خدا کے مقدس رسولؐ اور مسیح پاک کی دعائیں بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اے اللہ! تو ہماری مدد کر اور ہماری نسلوں کو بھی اسلام پر قائم رکھ۔ اللہ کرے کہ آپ سب اپنی اولادوں کی صحیح تربیت کرنے والی ہوں اور ان کے حق ادا کرنے والی ہوں۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 20ستمبر 2004 ص4)

اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ رشد وہدایت تا قیامت ہم میں جاری وساری رکھے اور ہم پوری فرمانبرداری کے ساتھ اس کی اطاعت و آداب بجالاتے ہوئے مستفید ہوتے رہیں۔ تا اپنی اولادوں کی تربیت کے لئے عمدہ نمونہ پیش کر سکیں۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا دورۂ سیرالیون

لطف الرحمٰن محمود

خلیفۂ وقت کے غیر ملکی دوروں کی اہمیت وافادیت

خلیفۃ المسیح کا وجود جماعت کی روحانی زندگی اور جماعتی تنظیم کا مرکز ومحور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تربیتی، تنظیمی اور تبلیغی حوالے سے خلیفۂ وقت کے لمبی سفر اور دورے غیر معمولی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس خاکسار کو ایک افریقی ملک، سیرالیون میں، جماعت احمدیہ کے دو خلفائے عظام کے دوروں کا عینی شاہد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ 1970ء میں وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ورودِ مسعود ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا جب حضرت مسیح موعو علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی خلیفہ نے اُس سرزمین کو اپنے قدموں سے برکت بخشی۔ اس تاریخی دورے کے 18 سال بعد، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اُس ملک کا دورہ فرمایا۔ دونوں ادوار میں، عاجز نے تاریخ بنتے دیکھی۔ مندرجہ بالا پہلوؤں کے حوالے سے ان برکات وحسنات کا کسی حد تک اُس وقت مشاہدہ کیا، اور پھر بعد میں بھی ادراک ہوا۔ اس لحاظ سے ان دوروں کی تفاصیل تاریخ میں محفوظ ہونا آئندہ نسلوں کیلئے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورۂ سیرالیون کا ''النور'' کے خلافت نمبر (مئی 2010ء) میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورۂ سیرالیون کے حوالے سے اس امانت کو ادا کرنے کے لئے النور ہی کے صفحات کا سہارا لے رہا ہوں۔ جب کسی بھی جماعتی اخبار یا جریدے میں امامِ وقت کے کسی غیر ملکی سفر کے حالات وکوائف محفوظ ہوجاتے ہیں تو وہ تاریخ احمدیت کی تدوین وتربیت کے وقت مورخین کے کام آسکتے ہیں۔ کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ ان حالات وواقعات سے خلیفۃ المسیح کی سیرت کا کوئی نادر پہلو اُجاگر ہوکر سامنے آجاتا ہے یا پھر تربیتی لحاظ سے افراد جماعت کے لئے امام وقت کے ارشادات میں سے تلقین عمل کے عناصر سے استفادہ کے مواقع پیدا ہوجاتے ہیں۔ اِنَّما الاعمال بالنیات' اس حوالے سے جو کچھ یاد ہے، پیشِ خدمت ہے۔

اُن خلفائے عظام کے ساتھ سفر وحضر میں شامل بعض حضرات واصحاب، اور پھر سیرالیون میں استقبال والوداع اور دیگر مصروفیات میں بھرپور تعاون کرنے والے میرے دوستوں اور ساتھیوں میں بعض اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوچکے ہیں۔ ان یارانِ تیز گام کی مفارقت کے احساس سے طبیعت گداز ہوئی کہ جلد ہی کچھ لکھنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یادوں کے دریچے پھروا نہ ہو پائیں۔

حضورؒ کا دورۂ سیرالیون ایک نظر میں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 24 جنوری 1988ء کو گیمبیا سے سیرالیون تشریف لائے اور 31 جنوری تک اس ملک میں قیام فرمایا۔ یہ 8 دن کئی حوالوں سے جماعت احمدیہ سیرالیون کے لئے یادگار ثابت ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1970ء میں 5 مئی سے 14 مئی تک سیرالیون کا دورہ فرمایا۔ مگر اُس وقت کے حالات' سفر کی سہولتوں اور موسمی کیفیت کے پیشِ نظر مقامی جماعت کے مشورہ سے، حضورؒ نے صرف دو مقامات، فری ٹاؤن (Free Town) اور بوٹاؤن (Bo Town) کا دورہ فرمایا اور ان شہروں میں منعقد کی جانے والی تقریبات میں شرکت فرمائی۔ جہاں احمدی اور دوسرے احباب بکثرت جمع ہوئے۔ ملک کو آزادی حاصل کئے صرف دس سال ہوئے تھے۔ سربراہِ مملکت گورنر جنرل تھا جو تاجِ برطانیہ کا نمائندہ تھا۔ سڑکیں تنگ اور خستہ تھیں۔ نظم ونسق پرانی ڈگر پر ہی چل رہا تھا۔ اگرچہ حکومت نے حضورؒ کے دورے کو خاص اہمیت دی مگر عملاً سیرالیون کے دیگر بڑے شہروں تک سفر اتنا آسان نہ تھا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تشریف آوری سے کافی سال پہلے سیرالیون ''ری پبلک'' بن چکا تھا۔ مختلف ممالک سے سیرالیون کو بھرپُور امداد ملی جس سے ملک میں کشادہ اور عمدہ سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا۔ تعلیم اور صحت کے فروغ کی طرف خاص توجہ کی گئی۔ اس طرح جماعت کو چاروں صوبوں میں بھی طبی مراکز اور

نئے تعلیمی ادارے قائم کرنے کے مواقع مل گئے۔ ملک میں فوج، پولیس اور نظم و نسق میں بھی بہتری آئی۔ سفر کی سہولت اور حکومت کے غیر معمولی تعاون کی وجہ سے' حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سات مقامات پر تشریف لے گئے بلکہ واپسی کے دن آٹھویں شہر لنگی میں بھی احمدیہ سکول کا معاینہ کیا اور جماعت کی مسجد کا سنگِ بنیاد نصب فرمایا۔ ان سات آٹھ شہروں میں اردگرد سے بھی احمدی جماعتوں کے احباب شامل ہوئے اس طرح سیرالیون میں احمدیوں کی بھاری اکثریت کو حضور کو قریب سے دیکھنے اور ارشادات و ہدایات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ سیرالیون میں قیام کے دوران، حکومتی فیصلہ کے مطابق حضور انور کو State Guest کا مقام اور پروٹوکول دیا گیا۔ یہی ہدایت صوبائی حکومتوں کو دی گئی۔ حضورؒ کی سیکیورٹی کا خاص اہتمام کیا گیا۔ ملکی میڈیا نے اس دورے کو بھرپور کوریج دیا۔ اس طرح جماعت کا وسیع پیمانے پر تعارف ہوا۔ حضورؒ کے اس دورے کے نتیجے میں تعلیمی، تربیتی اور روحانی لحاظ سے جماعت پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ یوں لگتا تھا کہ ہر شخص کی رُوحانی بیٹری چارج ہوگئی ہے۔ ہم سب نے دیکھا کہ واقعی ہر شخص پہلے کی نسبت متحرک و فعال ہوگیا۔ حضور اقدس نے واپس جا کر بعض ایسے فیصلے فرمائے جن کے دُوررس اثرات نے ملک میں ترقیات کے نئے دروازے کھول دیئے۔

مثلاً حضورؒ نے سیرالیون میں ''میڈیکل اینڈ ایجوکیشن بورڈ'' قائم کرنے کا حکم دیا جو طبی اور تعلیمی اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کرے۔ اسی طرح سیرالیون میں قائم جماعت کے ہائی سکول تحریکِ جدید اور نصرت جہاں سکیم دو مرکزی اداروں کے تحت' چل رہے تھے یعنی ان کی دو اقسام تھیں۔ حضور نے ان سب کو نصرت جہاں سکیم میں ضم کرکے ایک ہی پالیسی اور طریق کار نافذ کر دیا۔ مالی اور انتظامی امور میں بھی اصلاحی اقدامات تجویز فرمائے۔ الغرض یہ دورہ ہر لحاظ سے غیر معمولی کامیابی سے ہمکنار رہا۔

لُنگی انٹرنیشنل ایرپورٹ پر تشریف آوری

حضورؒ کا طیارہ بنجُول (گیمبیا) سے براستہ کوناکری (Conokari) (جمہوریہ گنی) سیرالیون کے بین الاقوامی ہوائی اڈے لنگی پہنچا۔ جہاں آنریبل موسیٰ کابیہ (وزیر مذہبی امور)' آنریبل درامی روجرز (وزیر مملکت برائے آفس آف وائس پریذیڈنٹ) اور جناب چرنوماجو (سابق مرکزی وزیر) حکومت کی طرف سے استقبال کیلئے موجود تھے۔ مولانا خلیل احمد مبشر صاحب امیر و مشنری انچارج نے جماعتی وفد کے ساتھ حضورؒ کا استقبال کیا۔ حضورؒ کے استقبال کے لئے ہزارہا احمدی' فری ٹاؤن شہر کے ایئرپورٹ Hastings پر موجود تھے۔ حکومتِ سیرالیون نے لنگی سے Hastings کے سفر کے لئے صدارتی ہیلی کاپٹر مہیا کیا۔ حضور کے قافلہ کے ارکان کو پہلے Hastings منتقل کیا گیا۔ اس کے بعد حضورؒ، حضرت بیگم صاحبہ، امیر صاحب سیرالیون، میجر محمود احمد صاحب انچارج سیکیورٹی، آنریبل موسیٰ کابیہ کی معیت میں ہیسٹنگز مطار پر تشریف لائے جہاں جمِ غفیر نے فقید المثال استقبال کیا۔ فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ اس موقع پر ایئرپورٹ پر لوائے احمدیت اور سیرالیون کا قومی پرچم پہلو بہ پہلو لہرا رہے تھے۔ محترم امیر صاحب نے مجلس عاملہ، مبلغین اور دیگر اہم شخصیات کو حضور سے متعارف کرایا۔ حضور نے سب کو شرفِ مصافحہ سے نوازا۔ اس کے بعد کچھ وقت وزراء، حکام اور موجود سرکردہ اصحاب کے ساتھ گزارا۔ بعد ازاں، حضور ہیسٹنگز سے کاروں اور بسوں کے قافلے کی شکل میں' سرکاری قیام گاہ'' وِلاّ '' تشریف لے گئے۔ حضور کی کار پر امتیازی نشان کے طور پر لوائے احمدیت لہرا رہا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف، کار کے ساتھ ساتھ احمدی احباب کلمہ طیبہ کا ورد کرتے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے جا رہے تھے۔ اسی روح پرور جوش و خروش کے ساتھ یہ قافلہ'' وِلاّ '' پہنچا۔ یہاں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ 1980ء میں فری ٹاؤن میں تمام افریقی ممالک کے سربراہوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس موقع پر 50 سے زائد یہ عمارات سربراہانِ مملکت کے لئے تعمیر کی گئی تھیں۔ حکومتِ سیرالیون نے ان میں سے دو وِلاّ حضور انور کے قیام کیلئے مختص کئے۔ حضور نے آرام کے بعد' وِلاّ کے وسیع و عریض لان میں ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھائیں۔ 18 سال کے لمبے وقفے کے بعد' ایک مرتبہ پھر احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ راشد کی امامت میں مالک ارض و سماء کے حضور سجدہ ریز ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز!!

پریس کانفرنس اور مجلسِ عرفان

اُسی دن وِلاّ ہی میں پریس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ریڈیو سیرالیون' مقامی اخبارات و جرائد کے مدیران، بی بی سی کے نمائندے اور سیرالیون انٹرنیشنل نیوز ایجنسی کے ڈائریکٹر مسٹر علی سن کاونٹے (Alison Conteh) بھی موجود تھے۔ حضور نے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کے ہر قسم کے سوالات کے جوابات دیئے۔ یہ حضرات حضور کی وسعت علم' سیاسی

بصیرت، ظرافت، ذکاوت اور حاضر جوابی سے بہت متاثر ہوئے۔ حضور نے اہلِ سیرالیون کو یہ پیغام بھی دیا کہ قوم اور ملک کو ترقی اور استحکام کے لئے مضبوط کردار و اخلاق کی ضرورت ہے۔ مزید فرمایا کہ اقتصادی آزادی کے بغیر سیاسی آزادی نامکمل رہتی ہے۔ حضور نے ایک صحافی کے سوال کے جواب میں بتایا کہ صیہونی اور اسلام دشمن قوتیں کس طرح چالاکی اور عیاری سے اسلامی اداروں ہی کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہی ہیں۔ ضمناً عرض ہے کہ اسی دِلّا میں پہلے دو دن مجالسِ عرفان کا انعقاد عمل میں آیا۔ جو نصف شب تک جاری رہیں۔ حضور نے احباب جماعت کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ احباب نے ازراہِ مسرت برملا اظہار کیا کہ جو فقہی سوالات اور دینی مسائل بیس پچیس سال سے اُلجھن بنے ہوئے تے، وہ ان مجالس میں بطریق احسن حل ہو گئے ہیں۔ علمی اور دینی لحاظ سے حضور کا ورود ایک گرانقدر نعمت ثابت ہوا۔

فری ٹاؤن میں 25 جنوری کی مصروفیات

حضور اُس دن سیرالیون کے صدر، ڈاکٹر جوزف سعید مومو (Dr. Joseph S. Momoh) سے ملاقات کے لئے ایوانِ صدر تشریف لے گئے۔ سیرالیون کے امیر مولانا خلیل احمد مبشر صاحب کے علاوہ جماعت کے عمائدین اور افراد قافلہ بھی حضور کے ساتھ تشریف لے گئے۔ سیرالیون کے وزیر مذہبی امور، الحاج موسیٰ کابیہ (Musa Kabia) اور وزیرِ خزانہ حسن بیسے کانو (Hasan G. Kanu) نے مشائعت کی۔ حضور نے حکومتی تعاون اور مہمان نوازی پر صدرِ مملکت کا شکریہ ادا کیا اور انہیں یقین دلایا کہ جماعت احمدیہ اپنی روایات کے مطابق، اخلاص، محنت اور تندہی سے ملک اور انسانیت کی خدمت پر کمر بستہ رہے گی۔ صدر مملکت نے جماعت کی بے لوث تعلیمی اور طبی خدمات پر جماعت کا شکریہ ادا کیا نیز کہا کہ گزشتہ پچاس سالہ ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے جماعت احمدیہ کے مشنری اور افراد کسی قسم کی قانون شکنی اور بدامنی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ یہ چیز ان کے بلند کردار کا ثبوت ہے۔ صدر مملکت نے اس موقع پر، حضور کی طرف سے پیش کئے جانے والے تحائف کو ممنونیت کے ساتھ قبول کیا۔

صدر مملکت سے ملاقات کے بعد حضور فری ٹاؤن میں جماعت کے سیکنڈری سکول کے معاینہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ سکول 1964ء میں جاری ہوا۔ اور 'A' لیول تک آرٹس اور سائنس کی عمدہ تعلیم کے لئے شہرت کا حامل ہے۔ کھیل اور دیگر سرگرمیوں کے میدان میں بھی ایک منفرد مقام کا حامل ہے۔ طلبہ و طالبات نے پر جوش عربی گیتوں سے حضور کا استقبال کیا۔ سکول کے پرنسپل مسٹر ایم پی بائیو (M.P. Bayoh) نے اپنی استقبالیہ تقریر میں سکول کے کوائف اور اعداد و شمار پیش کئے اور حضور نے اساتذہ، طلبہ اور اس موقع پر موجود احباب جماعت سے خطاب کیا۔ اس موقع پر 29 طلبہ اور طالبات نے بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ عرض ہے کہ مسٹر بائیو چند ماہ قبل امریکہ تشریف لائے تھے اور ایک جماعتی تقریب میں اُنہوں نے ان بیتے دنوں کی خوشگوار یادوں کو تازہ کیا۔

اُسی دن شام ساڑھے پانچ جماعت کی طرف سے فری ٹاؤن کے Sierra Hotel میں حضور کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں کابینہ کے اراکین، امریکہ، چین، مغربی جرمنی اور فرانس کے سفراء کے علاوہ سیرالیون کے چیف جسٹس، جناب محمد قطبو اور جسٹس اَلہادی بھی تشریف لائے۔ وزیر مذہبی امور، الحاج موسیٰ کابیہ نے حضور کا تعارف کرایا۔ بعض سوالات کے جوابات دے کر حضور نے اس محفل کو بھی مجلسِ عرفان بنا دیا۔

26 جنوری شمالی صوبہ کے دو اہم مقامات کا دورہ

سیرالیون چار صوبوں پر مشتمل ہے۔ اب ہر صوبے کو "ریجن" کہا جاتا ہے۔ اکثر ممالک میں صوبوں، ریاستوں یا انتظامی خطہ جات کے خاص نام ہوتے ہیں۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد یا خیبر پختونخواہ سے ہم مانوس ہیں۔ مگر سیرالیون میں ان صوبہ جات کو چار سمتوں کے حوالے سے جانا پہچانا جاتا ہے یعنی ایسٹرن، ویسٹرن، ناردرن اور سدرن یعنی مشرقی۔ مغربی۔ شمالی اور جنوبی صوبے یا ریجن۔

حضور نے 26 جنوری کو صوبہ جات کے دورہ کا آغاز فرمایا۔ اور اس کی ابتداء شمالی صوبے سے کی۔ حضور بذریعہ کار، شمالی صوبے کے صدر مقام مکینی (Makeni) تشریف لے گئے۔ جہاں سپریم اسلامک کونسل کے صدر، الحاج ٹمبو (Alhaj Timbo) نے اعلیٰ سول حکام، قبائلی چیفس اور جماعت احمدیہ کے افراد کے ساتھ حضور کا استقبال کیا۔ اس کے بعد حضور حاجہ فانٹا میموریل ہال تشریف لے گئے جہاں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ پروونشل سیکرٹری (صوبے کا چیف سیکرٹری) الحاج مکّی نے حضور، سے خطاب کرنے کی استدعا کی۔ حضور انور نے اہلِ سیرالیون کی مذہبی رواداری کی تعریف کی اور اسے ملک کے امن و امان کے لئے ایک اہم کڑی قرار دیا۔ حضور نے اس موقع پر سامعین کو متنبہ کیا کہ بعض

ممالک اسلام کی تبلیغ کے نام پر لاکھوں ڈالر سیرالیون اور دوسرے افریقی ممالک کو بھجوا رہے ہیں۔ان کا اصل مقصد ومدعا مذہبی منافرت کی آگ بھڑ کانا ہے۔حضور نے اہل سیرالیون سے اپیل کی وہ ہر قیمت پر مذہبی رواداری کے اصولوں کی حفاظت کریں جن کی اُن کے آئین میں ضمانت دی گئی ہے۔ضمناً عرض ہے کہ مکینی شہر میں جماعت احمدیہ کا پرائمری اور سیکنڈری سکول، مشن ہاؤس اور مسجد بھی موجود ہے۔مکینی کا دورہ مکمل کرنے کے بعد حضور شمالی صوبے کے ایک اہم مقام Mile 91 تشریف لائے۔یہ شہر ملک کی شاہراہ پر اکانویں میل پر واقع ہے اس لئے یہی اس شہر کا نام مشہور ہوگیا۔اس شہر کی اس حوالے سے بھی اہمیت ہے کہ یہاں سے مختلف سمتوں میں سڑکیں جاتی ہیں اور اسے ایک مرکزی اہمیت حاصل ہوگئی۔یہاں جماعت احمدیہ کا سکول مشن ہاؤس، مسجد اور ہسپتال موجود ہے۔جس میں اس وقت مشہور فزیشن اور سرجن ڈاکٹر شریف احمد کوکب خدمات سرانجام دے رہے تھے۔جن کے کامیاب آپریشنوں کی دھوم سے سارا صوبہ گونج رہا تھا۔مائیل 91 میں سکولوں کے طلبہ، اہالیانِ شہر اور اردگرد کی جماعتوں سے آنے والے احباب وخواتین نے حضور کا پرجوش استقبال کیا۔قریب ہی Yonibana میں بنک آف سیرالیون کے سابق گورنر کی اقامت گاہ پر حضور کے اعزاز میں وسیع پیمانے پر استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا جس میں علاقہ کے تقریباً 200 معززین نے شرکت کی۔ایل۔جی۔سانکو (L.G.Sankoh) ایف۔ایم۔کیرو (F.M.Karew) ممبرانِ پارلیمنٹ، اور مسٹر جے۔ایس۔فونا (J.S.Fonnah) سیکرٹری یونیورسٹی آف سیرالیون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔استقبالیہ کے بعد حضور نے نصرت جہاں ہسپتال کا معاینہ فرمایا اور اہم ہدایات دیں۔اس کے بعد حضور نے ایک اور تقریب میں شرکت کی جس کا اہتمام عمائدین شہر نے حضور کی ''پیراماؤنٹ چیف'' کے طور پر رسم تاجپوشی ادا کرنے کیلئے کر رکھا تھا۔

رسمِ تاجپوشی

سب سے پہلے آنریبل ایل۔جی۔سانکو، ممبر پارلیمنٹ نے اس علاقہ کے عوام کی طرف سے طبی، تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے پر حضور کا شکریہ ادا کیا۔اس کے بعد ڈاکٹر جے۔ایس۔فونا (سیکرٹری یونیورسٹی آف سیرالیون) نے علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف کی طرف سے حضور کا خیر مقدم کیا۔اور حضور کے ورودِ مسعود کو اس چیفڈم کیلئے بے شمار برکات کا پیش خیمہ قرار دیا۔(پیراماؤنٹ کی چند ہفتے قبل تاج پوشی ہوئی تھی اور قبائلی رسم ورواج کے مطابق وہ کچھ عرصہ تک اپنے حجرۂ تنہائی سے باہر نہیں نکل سکتے تھے)۔اس موقع پر انہوں نے حضور سے اس چیفڈم (Yoni) کا اعزازی پیراماؤنٹ چیف بنائے جانے کی درخواست کی جسے حضور نے ازراہِ قدر دانی قبول فرمایا۔چنانچہ قبائلی دستور کے مطابق اس خاص جلسہ میں، ایک سرکردہ قبائلی سردار نے، چیفڈم کی طرف سے حضور کو سلطانی قبا پہنائی اور حضور کو "Paramount Chief Bai Yoni Khalifa" کا قبائلی خطاب دیا گیا۔ حضور کو قبائے سلطانی میں دیکھ کر لوگ خوشی سے جھوم اٹھے اور اسے چیفڈم کیلئے نیک فال قرار دیا۔

حضور نے ازراہِ شفقت یونی چیفڈم کے عمائدین وعوام کی محبت وعقیدت کی قدر کرتے ہوئے تاجپوشی کے اس تکلف کو قبول کیا ورنہ جس وجود کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح الزماں علیہ السلام کے دورِ خسروی میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے تخت پر متمکن کیا ہے اُسے نہ کسی دنیاوی تاج وتخت کی ضرورت ہے نہ کسی اور قبائے سلطانی سے اس کی شانِ دلربائی میں اضافہ ہوسکتا ہے۔حضور کے جدِّ امجد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقریباً ایک صدی قبل ہی اس حقیقت کی ترجمانی کردی تھی

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے، میرا تاج ہے رضوانِ یار

اس موقع پر حضور نے ایک اثر انگیز خطاب فرمایا۔اہلِ سیرالیون کی مذہبی رواداری، امن پسندی اور وسیع المشربی کی تعریف کی۔حضور نے اس موقع پر وزارتِ صحت کے حکام کو توجہ دلائی کہ ہومیوپیتھک طریقِ علاج کو جوارزاں بھی ہے اور بے ضرر بھی ملک میں رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔حضور نے اس موقع پر اہل سیرالیون کو یہ نصیحت بھی کی کہ زرمبادلہ کو عیش وآرام کی اشیاء کی خریداری کی بجائے ملک کے اقتصادی مستقبل کو محفوظ اور مستحکم کرنے کی کوششوں پر صرف کریں۔اس تقریب کے اختتام کے بعد حضور نے اُسی وسیع و عریض جلسہ گاہ میں ظہر وعصر کی نمازوں کی امامت فرمائی۔عرض ہے کہ مائیل 91 کے قیام کے دوران دو قریبی دیہات سے تعلق رکھنے والے 400 افراد کو بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔مائیل 91 کا دورہ کامیابی سے مکمل کرنے کے بعد حضور جنوبی صوبے کے صدر مقام بوٹاؤن (Bo Town) کے لئے بذریعہ کار روانہ ہوئے۔

کچھ عروس البلاد، بوٹاؤن کے بارے میں

فری ٹاؤن کے بعد بوٹاؤن (Bo Town) سیرالیون کا دوسرا بڑا شہر اور سیاسی اور ثقافتی مرکز ہے۔ یہ جنوبی صوبے کا صدر مقام ہے۔ یہ شہر سیرالیون میں جماعتی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل رہا ہے۔ لمبے عرصے تک اُسے جماعت سیرالیون کا مرکز رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی شہر کے ایک قبرستان میں، سیرالیون مشن کے بانی مبلغ حضرت الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحبؓ آسودۂ لحد ہیں۔ اسی شہر میں جماعت کے پرنٹنگ پریس کا اجراء ہوا۔ یہاں ہی 1960ء میں جماعت کا پہلا سیکنڈری سکول جاری ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ''اُمّ المدارس'' ثابت ہوا۔ اس وقت سیرالیون میں سو سے زائد پرائمری اور پچاس کے لگ بھگ سیکنڈری سکول کام کر رہے ہیں۔ اسی شہر میں سالہا سال سے جماعت احمدیہ سیرالیون کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ دو سال قبل، سیرالیون کی پچاسویں سالگرہ پر اظہارِ تشکّر کے لئے صدر مملکت پوری کابینہ کے ساتھ جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1970ء میں یہاں ایک وسیع و عریض مرکزی مسجد کا سنگِ بنیاد نصب فرمایا۔ یہ جامع مسجد' Nasir Mosque کے نام سے خدمتِ اسلام کے ایک اہم مرکز کے طور پر ملک بھر میں مشہور ہے۔ اسی شہر میں جامعہ احمدیہ میں داعیانِ اسلام کی تعلیم و تربیت کا کام جاری ہے۔ میری بہت سی خوشگوار یادیں اس شہر سے وابستہ ہیں سیرالیون میں طویل قیام کا نصف سے زیادہ عرصہ اسی شہر کے شام و سحر کی نذر ہوا۔ ایک لحاظ سے یہ میرا ''لکھنؤ'' ہے اور اس کے کوچہ و بازار میری آنکھوں میں پھرتے رہتے ہیں!!

بوٹاؤن میں حضور کا ورودِ مسعود اور مصروفیات

حضور انور کے دورۂ سیرالیون کے وقت مولانا حنیف احمد محمود صاحب جنوبی صوبے کے مشنری تھے۔ موصوف آج کل نائب ناظر اصلاح و ارشاد کی حیثیت سے خدمات بجالا رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی قیادت میں شہر سے 9 میل باہر Sumbuya کے مقام پر عمائدین جماعت نے حضور کا استقبال کیا۔ پولیس کا ایک دستہ حضور کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا جس کے حصار میں حضور اپنی اقامت گاہ .S.L.P.M.B گیسٹ ہاؤس تشریف لائے۔ جہاں احباب جماعت' احمدیہ سکولز کے طلبہ و طالبات اور علاقے کے دیگر اہم افراد حضور کے خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ نماز کی تیاری کے بعد' حضور' مغرب وعشاء کے لئے ناصر مسجد تشریف لائے جو سرکاری گیسٹ ہاؤس سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد حضور مسجد ہی میں تشریف فرما رہے۔ مسجد بلالی احمدیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ حضور نے اس موقع پر احباب جماعت کو اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے اور حقیقی احمدی بننے کی تلقین فرمائی۔ مجلس عرفان سے فراغت کے بعد حضور ایک استقبالیہ تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ آنریبل درامی روجرز (Daramy Rogers) ممبر پارلیمنٹ اور وزیر مملکت، نے ٹیچرز ٹریننگ کالج کے ہال میں اس کا اہتمام کیا تھا۔ جہاں سیاسی لیڈر، ماہرین تعلیم، چرچوں کے سربراہ، مساجد کے آئمہ، تاجر اور دوسرے طبقات کے سرکردہ نمائندگان موجود تھے۔ حضور کی تشریف آوری پر امیر صاحب سیرالیون، آنریبل روجرز، اور ایجوکیشن سیکرٹری الحاج ایم بی ابراہیم نے استقبال کیا۔ الحاج ابراہیم نے اہم مہمانوں سے تعارف کروایا جس کے بعد حضور سٹیج پر رونق افروز ہوئے۔ اس تقریب میں' حضور نے اپنے خطاب میں اسلامی تعلیمات کا ایک دلکش خاکہ پیش فرمایا اور اسلام کو مستقبل کا مذہب قرار دیا۔ پڑھے لکھے طبقے میں حضور کے اس خطاب کو سراہا گیا اور حضور کے بوٹاؤن سے تشریف لے جانے کے بعد بھی کئی دن تک حضور کا یہ خطاب موضوعِ سخن بنا رہا۔ ضمناً عرض ہے کہ اس استقبالیہ میں پانچ سو افراد مدعو کئے گئے تھے۔

27 جنوری، بوٹاؤن (Bo Town) میں مزید مصروفیات

حضور انور صبح 9 بجے احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول کے معاینہ کے لئے سکول کمپاؤنڈ تشریف لائے۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے یہ سیرالیون میں قائم ہونے والا پہلا مسلم سیکنڈری سکول تھا۔ اس کے قیام پر مسلمانان سیرالیون نے بڑی خوشی منائی۔ اس کے بانی مولانا الحاج نصیر الدین احمد امریکہ کی خاک میں سو رہے ہیں۔ اس سکول کی بابرکت ابتداء سے وہاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جماعت کے تعلیمی اداروں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت اس ملک کی پرائمری اور سیکنڈری تعلیم کا 25% جماعت کے زیر اثر ہے۔ سکول کے پرنسپل مسٹر ایس۔ ایم گسامہ (S.M.Gassama) کی معیت میں حضور نے سکول کے تمام شعبوں کا معاینہ فرمایا اور خوشنودی کا اظہار کیا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ معاینہ سے قبل' حضور کو سکول کے طلبہ اور طالبات نے مختلف گروپوں کی شکل میں سلامی دی۔ حضور نے ابتداء سے آخر تک سٹیج پر کھڑے ہو کر یہ سلامی لی

اور طلبہ وطالبات کے جوش وخروش کو سراہا۔اس تاریخ ساز موقع پر طلبہ اور طالبات کے والدین اور گارڈین بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔مجموعی طور پر تقریباً چار ہزار افراد کا مجمع تھا۔اُسی دن بوٹاؤن کے میئر ڈاکٹر متوری (Dr. Matturie) نے حضور کی خدمت میں شہر کی چابی پیش کی۔اس کے بعد جماعتِ احمدیہ بوٹاؤن کے صدر الحاج عبدالرحمٰن مانہا مساقوئے (Mannah Massaquoi) نے جنوبی صوبے کے احمدیوں کی طرف سے پیارے آقا کی خدمت میں تحائف پیش کئے جن میں ایک خوبصورت چھڑی بھی تھی۔ حضور جب Kenema شہر کے دورے پر تشریف لے آئے تو یہ چھڑی میں نے حضور کے دستِ مبارک میں دیکھی۔

بوٹاؤن میں احمدیہ مشن ہاؤس کی نئی عمارت کے سنگِ بنیاد کی تنصیب بھی اس دن کی ایک اہم مصروفیت تھی۔حضور نے دعا کے ساتھ اس عمارت کی بنیادی اینٹ رکھی،اس کے بعد محترم امیر صاحب سیرالیون،محترم مبارک احمد ساقی صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر،حضرت بیگم صاحبہ مدّ ظلہا،مولانا حنیف محمود صاحب اور مجلس عاملہ کے اراکین نے بھی بنیاد میں ''اینٹیں'' رکھیں۔(وہاں پاکستان والی روایتی اینٹیں تو نہیں ہوتیں۔سیمنٹ سے اس کام کے لئے ''بلاکس'' بنائے جاتے ہیں ''اینٹ'' سے یہی بلاک مراد ہے)۔حضور نے ازراہِ شفقت چیف پولیس آفیسر مسٹر فوربس (Mr. Forbes) کو بھی ایک اینٹ رکھنے کا موقع عنایت فرمایا۔اس تقریب کے بعد حضور نے بوٹاؤن کے مشن ہاؤس کا معاینہ فرمایا۔بعد ازاں ظہر وعصر کی نمازیں پڑھائیں۔اور تمام حاضر الوقت احباب جماعت کو شرفِ مصافحہ عطا فرمایا۔دوپہر کے کھانے کے بعد حضور مشرقی صوبے کے صدر مقام Kenema کے دورے کے لئے روانہ ہو گئے۔

کینیما شہر کا غائبانہ تعارف

کینیما ملک کا تیسرا بڑا شہر ہے۔اور ایک مشہور تجارتی مرکز ہے۔ڈائمنڈ یعنی قدرتی ہیروں کے بزنس کے علاوہ زرعی اجناس کی تجارت کا بہت بڑا مرکز ہے۔یہ روشن اور خوش حال شہر مشرقی صوبے کا دارالحکومت ہے۔ابتدائی مبلغین کرام نے کینیما میں بھی پیغامِ حق پہنچانے کی کوششیں کی مگر بڑی سخت مخالفت ہوئی۔ایک مرتبہ ہمارے ایک مبلغ کو مسجد سے جبراً نکال دیا گیا۔ایک اور مفسد نے ہمارے مشنری پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی۔اس شہر کی سنگلاخ زمین کی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے شکایت کی گئی۔حضور نے سائل کو تسلی دی کہ اک وقت آئے گا کہ کینیما آسمانی نُور کے لئے اپنے دروازے کھول دے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔پہلے ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہوئی۔پھر پرائمری سکول قائم ہوا۔پھر ایک سے دو سکول ہو گئے۔پھر اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو اس شہر میں سیکینڈری سکول جاری کرنے کی توفیق ملی۔جس نے تیزی سے ترقی کی منازل طے کیں۔آج شہر کی چوٹی کی درسگاہوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔پہلے کینیما شہر میں صرف ایک ہی مسجد تھی۔مسجد کے امام صاحب کے زیرِ اثر اہلِ شہر کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر شہر میں کوئی اور مسجد تعمیر کی جائے اور وہاں سے بھی اذان کی آواز بلند ہو یا شہر میں ایک کی بجائے عید کی نماز کہیں اور بھی پڑھی جائے تو اس ظلم عظیم کا وبال شہر کے چیف اور حکمران کی موت کی شکل میں ظاہر ہوگا۔چنانچہ کینیما میں ایک ہی مسجد، ایک ہی امام، ایک ہی اذان، ایک ہی نمازِ عید کا چلن جاری تھا۔1970ء میں اس ''خود ساختہ عقیدے'' کا یہ ''کفر'' اُس وقت ٹوٹا جب کینیما شہر کے ایک سیکشن چیف، وانڈی کاربو (Vandi, Kargbo) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھ پر بوٹاؤن میں، بیعت کی اور واپس آکر اپنی اراضی کا ایک قطعہ احمدیہ مسجد کے لئے وقف کر دیا۔شدید مخالفت کے باوجود، اس زمین پر مسجد بنی۔اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی مساجد بنتی چلی گئیں۔یہ بھی احمدیت کی برکت ہے۔اب کینیما ''مسجدوں کا شہر'' کہلاتا ہے۔

27 جنوری 1988 کا دن کینیما شہر کی تاریخ کا ایک حسین انقلابی دن ثابت ہوا۔وہاں ایک پاکستانی نژاد سعودی مشنری (جسے سعودی اصطلاح میں ''مبعوث'' کہا جاتا ہے) کے زیرِ اثر حضور کے دورۂ کینیما کے موقع پر بائیکاٹ کرنے کی اپیل کی گئی۔مبعوث کے ساتھی اور واعظ کوچہ کوچہ گھومے، مسجد مسجد پھرے۔ہر جتن کیا۔لیکن ان کی ایک نہ چلی۔کینیما نے اپنے درودیوار حضور کے استقبال کے لئے وا کر دیئے اور شرفاء دیدہ ودل فرشِ راہ کرنے کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھے۔عیدین وغیرہ کے مواقع پر مسلمانوں کے ہجوم کے لئے، اس علاقے میں ''مسلم جماعۃ'' یا ''جماعۃ'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔اُس دن کئی لبنانی تاجروں نے مجھ سے حیران ہو کر پوچھا ''اتنی جماعۃ کہاں سے آ گئی ہے؟''

حضور بوٹاؤن سے روانہ ہو کر بذریعہ کار تقریباً پانچ بجے کینیما تشریف لائے شہر سے تین میل باہر Bandama چیک پوسٹ پر حضور کے خیر مقدم کے لئے احباب کا ایک گروپ موجود تھا۔پیراماؤنٹ چیف کے ہیڈ کوارٹرز اور دربار (جسے مقامی زبان میں ''کورٹ باری'' کہتے ہیں) کو حضور کے استقبال کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔اس کے اردگرد سڑکوں پر تا حدِ نظر سفید لباس میں احمدی احباب وخواتین موجود تھے۔فضا کلمہ طیبہ کے وِرد سے معطّر ومرتعش تھی۔کورٹ باری کے سامنے، پیراماؤنٹ چیف، ڈسٹرکٹ آفیسر، کینیما کے میئر، سرکاری محکموں کے افسران اور مذہبی لیڈروں نے حضور کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔دربار میں جہاں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی' تلاوت قرآن کریم کے ساتھ استقبالیہ تقریب کا آغاز

ہوا سیرالیون کے نائب صدر، آنریبل صالحو جوسُو شریف بھی اس وقت تقریب میں شامل ہونے کے لئے پہنچ گئے۔ ڈسٹرکٹ آفیسر مسٹر پسیمہ (Mr. Pasima) نے صوبائی حکومت کی طرف سے حضور کا خیر مقدم کیا۔ بلدیہ کینیما کے چیئر مین (میئر) ڈاکٹر لیز لے ڈسامہ (Dr. Lessele Dassama) نے حضور کے ورودِ مسعود کو کینیما شہر کے لئے ایک عظیم الشان برکت قرار دیا اور اہل شہر کی طرف سے حضور کی خدمت میں دلی احترام و عقیدت کے ساتھ کینیما شہر کی کلید پیش کی۔ حضور نے، از راہِ کرم شہریوں کی دلداری کرتے ہوئے اس کلید کو قبول فرمایا اور چُوما۔ شہر کے شرفاء اور عمائدین حضورِ انور کی اس مروت پر جُھوم اُٹھے۔ ذرا بیتے دنوں کو آواز دیجئے۔ یہ وہی کینیما ہے جہاں ہمارے مبلغین کو سر چھپانے کے لئے جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ اُسی کینیما کے سردار، حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ کی خدمت میں کلید شہر قبول کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔ خدا کے ایک محبوب بندے نے سچ کہا تھا۔ ایک وقت آئے گا جب کینیما آسمانی نور کے لئے اپنے دروازے کھول دے گا۔

نان گوا (Non Gowa) چیفڈم کے پیراماؤنٹ چیف، کاپوا ماتو، سوم (Kapua Matoe III) نے چیفڈم کی طرف سے حضور کا استقبال کرتے ہوئے حضورِ انور کے کینیما میں ورود کو ایک مبارک اور تاریخ ساز واقعہ قرار دیا اور جماعت احمدیہ کی مذہبی، تعلیمی اور سماجی خدمات کو شاندار خراجِ تحسین پیش کیا۔ چیفڈم سپیکر، چیف سنیسی ڈینئل نیکا (Sanesie Daniel Nekah) نے حضور کی خدمت میں چیفڈم کی طرف سے تحائف پیش کئے جنہیں حضور نے از راہِ شفقت قبول فرمایا۔ اس موقع پر حضور نے اپنے خطاب میں حکومتِ سیرالیون کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا، اہل سیرالیون کی مذہبی رواداری اور محبت پروری کی تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے بعض اسماء الحسنیٰ کی تشریح فرمائی اور ربِ کریم کے بعض عظیم الشان احسانات کا ذکر فرمایا اور حاضرین کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کی تلقین فرمائی۔ کورٹ باری کی تقریب کے بعد حضور قریب ہی واقع کمبوئے ہوٹل، (Kamboi Hotel) تشریف لے گئے جہاں، آنریبل جے۔ بی۔ داؤدا (J.B. Dauda) وزیر مملکت برائے انصاف، نے حضور کے اعزاز دعوتِ عصرانہ کا اہتمام کر رکھا تھا۔ نائب صدر جمہوریہ سیرالیون سمیت علاقہ کی ممتاز شخصیات نے اس دعوت میں شرکت کی۔ مغرب سے تھوڑی دیر قبل یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

حضور تقریب سے فارغ ہو کر بُخاری بے سٹریٹ پر واقع، جماعت احمدیہ کی مسجد میں نماز مغرب و عشاء کے لئے تشریف لائے۔ نماز کے بعد حضور مجلس عرفان کے لئے وہیں تشریف فرما رہے۔ یہ روحانی محفل رات بارہ بجے اختتام کو پہنچی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضور کینیما میں اپنے قیام کے دوران تمام نمازوں کی امامت کے لئے اسی مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ احمدی احباب و خواتین کے علاوہ غیر از جماعت دوست احباب بھی حصول برکت کے لئے بکثرت نمازوں میں شامل ہوتے رہے حتّٰی کہ برآمدوں اور سڑک پر بھی صفیں قائم ہو جاتیں۔

28 جنوری، کینیما میں مزید معلومات مصروفیات کی جھلک

حضور نماز فجر کے لئے اپنی قیام گاہ (S.L.P.M.B. Guest House) سے تشریف لائے۔ مسجد میں بچے بھی بکثرت موجود تھے، حضور نے اُنہیں پیار کیا اور اُن کی موجودگی پر اظہارِ مسرت کیا۔

مشرقی صوبے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے متعدد پرانی اور بڑی جماعتیں ہیں۔ ناصر احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول کی فٹ بال گراؤنڈ میں جلسہ گاہ تیار کی گئی تھی۔ وہاں احمدی احباب و خواتین کے علاوہ طلبہ و طالبات، اساتذہ، والدین، مدعوئین اور شرفائے شہر بھاری تعداد میں وقتِ مقررہ سے قبل ہی تشریف لے آئے۔ راقم الحروف اس سکول کا پرنسپل بھی تھا اور مشرقی صوبے کا مشنری بھی۔ حضور کی تشریف آوری پر عاجز نے صوبے کے تمام ممتاز احمدیوں کا حضور سے تعارف کروایا۔ حضورِ انور نے اس موقع پر الحاج ڈُوبہ (Alhaj Dugba) کو شرفِ معانقہ سے نوازا۔ یہ 1974ء سے پہلے کی بات ہے۔ کسی مخالف نے ڈوبہ صاحب کو خوفزدہ کرنے کیلئے کہا کہ مکہ معظمہ میں احمدی حاجیوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ حاجی صاحب، شوقِ شہادت میں حج کے دوران، حرم کعبہ میں اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتے رہے۔ یہ واقعہ سُن کر حضور نے اُنہیں گلے لگالیا۔ (انہی حاجی صاحب کا ایک اور واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ سیرالیون کی خانہ جنگی کے زمانہ میں کسی نے مجھے اطلاع دی کہ حاجی صاحب کو باغیوں نے شہید کر دیا ہے۔ میں

نے مسجد میں اُن کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ ابھی سلام پھیرا ہی تھا کہ حاجی صاحب بآوازِ بلند السلام علیکم کہتے ہوئے مسجد میں وارد ہوئے!!)
حضور انور کے سٹیج پر رونق افروز ہونے اور تلاوت قرآن کریم کے بعد مشرقی صوبے کے جنرل سیکرٹری آئی۔کے۔ محمد صاحب نے صوبے کے احمدیوں کی طرف سے حضور کا خیر مقدم کیا اور عہد اطاعت کی تجدید کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانی کا یقین دلایا۔ نیز حضور سے استدعا کی کہ اسیران راہ مولیٰ تک، اہل سیرالیون کے جذبات اخوت ومحبت پہنچا کر ممنون فرمائیں۔ عاجز نے اپنی مختصر رپورٹ میں سکول کے کوائف پیش کئے اور، حضور انور سے طلبہ وطالبات اور اساتذہ کے لئے خیروبرکت کی دُعا کی استدعا کی۔

حضور پُرنور کا ایمان افروز خطاب

حضور نے سب سے پہلے سیرالیون کے صدر اور اُن کی حکومت کا شکریہ ادا کیا جن کے تعاون سے سیرالیون کا دورہ کامیابی سے جاری تھا۔ کینیما کے علماء کے ایک طبقہ کی طرف سے اس دورہ کا بائیکاٹ کرنے کی اپیل کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ سیرالیون کے عوام نے اس مضحکہ خیز اپیل کو حقارت سے رڈ کر دیا ہے اور انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی فطری رواداری کی رُوح کو مسخ نہیں کیا جاسکتا۔ حضور انور نے قرآن وسنت کی تعلیمات سے واضح کیا کہ اس نوع کی تنگ نظری کا نہ اسلام میں جواز ہے، نہ سیرالیون کے آئین میں، اور نہ ہی دُنیا کی کسی متمدن قوم کے طرزِ عمل اور کردار میں کوئی گنجائش موجود ہے۔ میں یہاں حضور کی سیرت کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس جلسہ میں بانڈے بو Kbandebu جماعت کے کم سن بچے بھی موجود تھے۔ جو سٹیج کے بالکل سامنے اپنے بزرگوں کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نے اِن بچوں کو سٹیج پر طلب فرمایا۔ اُنہیں پیار کیا اور نقد انعامات سے نوازا۔ اُن کے نظم وضبط اور صبر وتحمل کی تعریف کی کہ کئی گھنٹے تک یہ بچے سکون اور خاموشی سے جلسہ کی کارروائی سنتے اور دیکھتے رہے ہیں۔
دوسرے پہلو کا تعلق آیاتِ قرآنی کی تلاوت سے قبل تعوّذ کے حکم سے ہے۔ سب احمدیوں کی طرح' عاجز بھی اس قرآنی حکم سے آگاہ تھا مگر اس پر عمل درآمد کی حیران کُن کیفیت کا مشاہدہ اُس دن ہوا۔ میں سٹیج پر حضور انور کے قریب ہی، بالکل پیچھے کھڑا تھا۔ حضور نے اس خطاب میں کئی بار کسی نہ کسی قرآنی آیت کا حوالہ دیا۔ تلاوت فرمائی مگر ہر بار آہستگی سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم' لازماً پڑھا۔ ایسا بار بار ہوا۔ قرآن مجید کے ایک حکم کی یہ محتاط اطاعت میں نے پہلی بار دیکھی۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تقویٰ کی باریک راہوں پر بڑے تعہد سے قدم مارتے چلے جاتے ہیں۔
اس موقع پر حضور نے عاجز کی درخواست پر سکول کی مرکزی عمارت پر نصب یادگار تختی کی نقاب کشائی فرمائی۔ نیز احمدی کسانوں کی زرعی اجناس کے نمونے بھی دیکھے۔ اور اُنہیں اپنی بابرکت دعاؤں سے نوازا۔ اسی موقع پر حضور انور نے دست مبارک سے سکول میں آم کا پودا نصب فرمایا اور کینیما کی لجنہ اور سکول کی طالبات کی درخواست پر حضرت بیگم صاحبہ نے افریقن ناشپاتی کا پودا نصب فرمایا۔ حضور کچھ دیر کے لئے پرنسپل کے دفتر میں تشریف لے گئے اور وزِٹر بک پر دعائیہ کلمات تحریر فرمائے بعد میں جب بھی ان الفاظ پر نظر پڑی' کاسہءدل' تشکر وامتنان سے لبریز ہوگیا، اور آنکھیں پُرنم ع

جاں نذرِ دل فریبیٔ عنواں کئے ہوئے

اس ذرّہ نوازی کے بعد حضور دوبارہ سٹیج پر تشریف لائے اور پُرسوز اجتماعی دعا کے ساتھ حاضرین کو اجازتِ رخصت دی۔

آنریبل جے۔بی۔داؤدا کی اقامت گاہ پر ظہرانہ

احمدیہ سکول میں منعقد ہونے والی تقریب کے بعد' حضور وزیر مملکت برائے انصاف' جناب جے۔بی۔داؤد کی کوٹھی پر ظہرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ وزیر موصوف کی اقامت گاہ سکول سے ملحق ہے۔ وہاں اعلیٰ حکام، جج صاحبان، اور دیگر اہم شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا۔ حضرت بیگم صاحبہ کی تواضع کے لئے خواتین کے ساتھ الگ انتظام کیا گیا تھا۔ آنریبل داؤدا کی اہلیہ، ڈاکٹر گینڈا (Dr. Ganda) مشرقی صوبے کی چیف میڈیکل آفیسر ہیں۔ اور سیرالیون کے کیتھولک بشپ کی بہن ہیں۔ دونوں میاں بیوی جماعت کی تعلیمی، سماجی اور طبی خدمات کے مداح ہیں۔ حضور ضیافت سے فارغ ہو کر، ظہر وعصر کی نمازوں کے لئے احمدیہ مسجد تشریف لے گئے۔ کینیما میں اپنے بابرکت قیام کی یادگار کے طور پر مسجد میں یادگاری لوح کی نقاب کشائی فرمائی۔ نماز کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد افرادِ جماعت نے سوگوار دلوں کے ساتھ، اسلامی نعروں کی گُونج میں اپنے محبوب امام کو بوٹاؤن کے لئے رخصت کیا۔

بوٹاؤن میں حضور کی مصروفیات کا ذکرِ خیر

بوٹاؤن واپسی پر، شام پانچ بجے، حضور نے، احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول کے ہال میں لجنہ اماء اللہ سیرالیون کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ تلاوت ونظم کے بعد لجنہ سیرالیون کی سیکرٹری جنرل، مس سافُو لاموجُوئے (Safula Moijue) نے حضور کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس میں لجنہ کی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کی۔ (موصوفہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ آپ نے Blama کے مقام پر واقع احمدیہ سیکنڈری سکول کی پرنسپل کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ کچھ عرصہ سے سیرالیون کی عملی سیاسیات میں حصہ لے رہی ہیں۔ آج کل پارلیمنٹ کی رُکن ہیں)۔ حضور انور نے اس موقع پر لجنات اور ناصرات کو اسلام میں عورت کے اعلیٰ مقام اور فرائض منصبی سے آگاہ کیا۔ نیز مغرب میں آزادیٔ نسواں کے نام پر چلائی جانے والی بلند وبانگ مگر کھوکھلی اور بے رُوح تحریکوں کے خطرات سے بھی باخبر کیا۔ اس نشست میں غیر از جماعت خواتین کے علاوہ بعض غیر مسلم معزز لیڈیز بھی شامل ہوئیں اور جماعت احمدیہ کے نظام میں مستورات کی تعلیم وتربیت کے پروگرام اور طریق کار سے متاثر ہوئیں۔ اس نشست میں حضرت بیگم صاحبہ نے بھی شرکت کی اور لجنات اور ناصرات کو شرفِ مصافحہ سے نوازا۔

29 جنوری کو صبح نو بجے حضور بوریجن کے چیف پولیس آفیسر مسٹر فوبس کی درخواست پر، پولیس ہیڈ کوارٹرز کے معاینہ کے لئے تشریف لے گئے جہاں پولیس کے چاق وچوبند دستے نے حضور کو سلامی دی۔ حضور نے عمارات اور دفاتر کا معاینہ کیا اور پولیس کے افسران اور اہلکاروں سے خطاب کرتے ہوئے ''اپنی مدد آپ'' (Self Help) کے مفید اصول کی اہمیت واضح کی۔ اس ضمن میں حضور نے اپنی مثال پیش کی۔ حضور نے سامعین کو آگاہ کیا کہ پاکستان میں، حضور کے فرائض منصبی کی سرانجام دہی کے لئے تقریباً ایک ہزار معاونین اور خدام پر مشتمل عملہ خدمت پر کمربستہ تھا۔ مگر اپریل 1984ء میں یُو۔کے۔ میں ہجرت کے بعد حالات یکسر بدل گئے لیکن حضور نے اس اصول کو اپناتے ہوئے والنٹیئرز کے تعاون سے اس مسئلہ کا حل تلاش کرلیا۔ حضور نے پولیس کے افسروں اور کارکنوں کو نصیحت فرمائی کہ امانت، دیانت اور محنت کے جذبے سے سرشار ہوکر، مشکل سے مشکل حالات میں بھی ملک اور عوام کی خدمت پر کمربستہ رہیں۔

خطبہ جمعہ

دورۂ سیرالیون کے دوران، جمعۃ المبارک کا خطبہ، حضور نے مسجد ناصر، بوٹاؤن میں ارشاد فرمایا۔ مسجد نمازیوں سے کھچاکھچ بھری ہوئی تھی۔ غیر از جماعت احباب بھی بکثرت موجود تھے حضور نے یہ خطبہ انگریزی زبان میں دیا جس کا دو مقامی زبانوں، مینڈے (Mende) اور کریول (Crio) میں ترجمہ ساتھ ساتھ کیا جاتا رہا۔ حضور نے ایک مرتبہ پھر حکومت سیرالیون اور اہل سیرالیون کا شکریہ ادا کیا جن کے تعاون، خلوص اور رواداری کی بدولت یہ دورہ ہر لحاظ سے غیر معمولی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ حضور نے سیرالیون میں جماعتی خدمات سرانجام دینے والے تین طبقات، مرکزی اور مقامی مبلغین، اساتذہ اور ڈاکٹرز کے جذبۂ ایثار وفدائیت کی تعریف فرمائی اور دعائے خیر سے نوازا۔ حضور نے سیرالیون میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے والے مقامی واعظین اور معلمین کا بھی ذکر کیا اور ان کی خدمات کے اعتراف اور اُن کے تسلسل کے لئے سیرالیون میں جامعہ احمدیہ جاری کرنے کی ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ جامعہ بوٹاؤن میں جاری ہے۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں سیرالیون کے عوام کے خلوص اور جذبۂ خدمت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ لوگ زیادہ تر غریب ہیں مگر ایمان میں غریب نہیں۔ حضور نے افرادِ جماعت کو نصیحت فرمائی کہ ملک کے تمام علاقوں میں پھیل کر خدمت کو اپنا شعار بنائیں اور غریب عوام کی مشکلات دُور کریں۔ نماز جمعہ وعصر کے بعد حضور انور اجتماعی دُعا کے بعد، قافلہ کے ہمراہ فری ٹاؤن کے لئے روانہ ہوئے۔

فری ٹاؤن میں داخل ہونے سے قبل، حضور نیوٹن (Newton) کے مقام پر جماعت کے زرعی سکول کے معاینہ کے لئے رُکے۔ اس موقع پر علاقہ کے عوام وخواص، آئمہ مساجد، اور طلبہ کے والدین بھی سکول کمپاؤنڈ میں حاضر تھے۔ سکول کے پرنسپل مسٹر ابراہیم جنجوعہ نے (جو ایک ابتدائی مبلغ سلسلہ، مولانا احسان الٰہی جنجوعہ کے فرزند ہیں)۔ حضور کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا اور خطاب کی استدعا کی۔ حضور نے حاضرین کو قیمتی نصائح سے نوازا اسکول اور جماعت کے زیرِ تعمیر ہسپتال کی عمارت کا بھی معاینہ فرمایا اور اجتماعی دُعا کے بعد، جلد ہی فری ٹاؤن سفر کا آخری مرحلہ، بخیروخوبی طے ہوا۔ مغرب وعشاء کی نمازوں کے بعد، حضور نے وِلاً ہی میں جماعت کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ رات ڈیڑھ بجے تک مجلس عاملہ کا اجلاس جاری رہا۔ دعا کے ساتھ یہ نشست اختتام کو پہنچی۔

30 جنوری کی اہم مصروفیات

مصروفیات کے حوالے سے یہ حضور کے دورے کا آخری دن تھا۔حضور کو چار اہم امور سرانجام دینے کی توفیق ارزانی ہوئی۔حضورانور صبح نو بجے بروک فیلڈ (Brookfield) میں واقع مشن ہاؤس اور جماعت کے مرکزی دفاتر کے معاینہ کے لئے تشریف لائے۔معاینہ کے بعد حضور قریب ہی واقع میاٹا ہال (Miatta Hall) پریس کانفرنس کے لئے تشریف لے گئے۔ذرائع ابلاغ اور نیوز ایجنسیوں کے نمائندے موجود تھے۔حضور نے صحافیوں اور اینکرز کے سوالات کے جوابات دیئے۔حضور نے اپنے دورۂ سیرالیون کو ہرلحاظ سے کامیاب اور نتیجہ خیز قرار دیا۔جنوبی افریقہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں حضور نے وضاحت فرمائی کہ جماعت احمدیہ ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دنیا کے ہرملک اور خطے میں کام کررہی ہے۔جنوبی افریقہ کی حکومت سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔البتہ وہاں کے عوام سے تبلیغ اسلام کے ناتے سے روابط ہیں۔پریس کانفرنس کے اختتام پر ڈائریکٹر انفارمیشن، مسٹر علی سن کاؤنٹے نے اخبار نویسوں کی طرف سے حضور کا شکریہ ادا کیا۔تیسری اہم مصروفیت، تاریخی مقام، روکوپر (Rokupr) کا تاریخی سفر تھا۔روکوپر شمالی صوبے کا وہ مقام ہے جہاں 1939ء میں حضرت الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب کی کوششوں سے پہلی جماعت قائم ہوئی اور وہاں جماعتِ احمدیہ کا پہلا پرائمری سکول بھی قائم ہوا۔اسی مقام سے احمدیت کے نُور کی کرنیں سیرالیون کے طول وعرض تک پہنچیں۔نصرت جہاں سکیم کے قیام کے بعد روکوپر میں جماعت سیکنڈری سکول اور ہسپتال بھی قائم ہوگیا۔غرض روکوپر وہ مقام ہے جہاں ابتدائی کمزوری اور موجودہ ترقی تاریخ کے آئینے میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہورہی ہے۔حضور اس تاریخی مقام کو دیکھنے کے لئے بنفس نفیس روکوپر پہنچے۔یہ کسی خلیفہءوقت کا روکوپر کا پہلا دورہ تھا۔احمدیہ سکول کے پرنسپل اور شمالی صوبہ کے مشنری، مبارک احمد طاہر صاحب کی قیادت میں مخلصین جماعت اور اہل روکوپر نے حضور کا استقبال کیا۔(محترم مبارک طاہر صاحب لمبے عرصے سے مرکزِ سلسلہ میں سیکرٹری مجلس نصرت جہاں کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں) دعوتِ طعام اور نماز سے فراغت کے بعد،مجلس سوالات وجواب کے لئے، حضور روکوپر کے مشہور ادارہ Rice Research Station تشریف لے گئے وہاں مالکیہ مسجد کے امام کی درخواست پر حضور نے آیتِ خاتم النبیین ؐ کی تفسیر وتشریح پر بصیرت افروز تقریر فرمائی۔حضور نے حضرت نبی کریم ﷺ کے مقام خاتمیت کو واضح کرتے ہوئے چار مطالب پیش کئے۔ہر معنی ومطلب سے سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے عظیم الشان مقام کا ایک نیا پہلو ہویدا ہوتا تھا۔حاضرین عشق رسولؐ سے لبریز اس ایمان افروز تفسیر سے بے حد متاثر ہوئے۔وہ ٹیپ جماعت کے آرکائیوز میں کہیں نہ کہیں محفوظ ہوگی۔اسے کتابی شکل میں محفوظ کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اس کے اہم زبانوں میں تراجم بھی ہونے چاہئیں۔روکوپر سے واپسی سے قبل حضور نے روکوپر جماعت کے ابتدائی احمدی، محترم، یحیٰ کمارا کی قبر پر دعا کی جو احمدیہ مسجد کے پہلو میں مدفون ہیں۔حضور نے اس کمرے کو بھی دیکھا جس میں، اُس دور میں، مولانا نذیر احمد علی معصومؓ رہائش پذیر رہے ؏

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آج کی آخری مصروفیت فری ٹاؤن میں گوری (Gori) سٹریٹ کی احمدیہ مسجد میں مجلس عرفان کی خصوصی نشست تھی۔حضور مغرب وعشاء کی نمازوں کے لئے تشریف لائے۔مسجد شمع خلافت کے پروانوں سے پُر تھی۔حضور نے احمدی دوستوں، بہنوں اور بچیوں کے سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔قرآنی آیات، تاریخِ اسلام، جماعتی تنظیم، عائلی مسائل اور تربیتی امور، ہر قسم کے سوالات پیش کئے گئے اور حضور نے ان تمام نکات پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔خاکسار نے اُس وقت حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ فورا بے کالج (Fourah Bay College) کے طلبہ میں آج کل یہ اعتراض' گردش کررہا ہے کہ احمدیوں نے سورت توبہ سے بسم اللہ کی آیت نکال دی ہے۔حضور نے اس جاہلانہ اعتراض پر حیرت کا اظہار کیا اور افسوس کا بھی کیونکہ سورۃ توبہ کے نزول کے وقت سے ہی بسم اللہ اسکا حصہ نہیں۔اور چودہ صدیاں پرانے حضرت عثمانؓ کے مصحف میں بھی سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ موجود نہیں جماعت سے بغض اور کینہ کی وجہ سے یہ ایک نیا اعتراض وضع کرلیا گیا ہے۔حضور نے احباب کو صبر وتحمل اور حکمت کے ساتھ ان عناصر کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی تلقین فرمائی۔

31 جنوری' دورۂ سیرالیون کا اختتام' لائبیریا کے لئے پرواز

حضور کے دورۂ افریقہ کی اگلی منزل، ہمسایہ ملک لائبیریا تھا۔افرادِ جماعت' احمدیہ سکولز کے طلبہ وطالبات، اساتذہ صبح ہی فری ٹاؤن کے فیری ٹرمینل پر جمع ہوگئے۔حضور نے ازراہِ

شفقت احباب اور فیمیلیز کو تصاویر بنوانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ فیری (چھوٹا بحری جہاز) کی لنگی ایئر پورٹ کے ساحل کی طرف روانگی سے قبل، حضور نے پُرسوز اجتماعی دعا کروائی۔ اس کے بعد حضور فیری کی بالائی منزل پر تشریف لے گئے اور وہاں سے ہاتھ ہلا ہلا کر حاضرین اور طلبہ و طالبات کے دعائیہ کلمات اور الوداعی نعروں کا جواب عطا کرتے رہے۔ فیری کے ساحل پر لگنے کے بعد، حضور احمدیہ سیکنڈری سکول لنگی (Lungi) کے معاینہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اور سکول کمپاؤنڈ میں احمدیہ مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر حضور انور نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہونے کی حیثیت سے مسجد کی اہمیت اور انفرادیت پر روشنی ڈالی۔ اس ضمن میں حضور نے سطح ارض پر قائم ہونے والی پہلی مسجد، بیتِ عتیق، (کعبہ شریف) کا ایمان افروز ذکر فرمایا حضور نے اس تقریب میں یہ بھی اعلان فرمایا کہ احمدیہ مسجد کے دروازے ہر اُس شخص کے لئے کھلے رہیں گے جو اس میں خدائے واحد کی عبادت کرنا چاہے گا۔ اس تقریب کے آخر میں حضور نے مسجد کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی۔ اس تقریب سے فارغ ہو کر حضور ایئر پورٹ پہنچ کر وی۔ پی۔ آئی لاؤنج میں تشریف لے گئے۔ عملہ کو ضروری ہدایات دیں۔ اس کے بعد وہاں ہی مجلس عاملہ سیرالیون کا ایک اور اجلاس طلب فرمالیا۔ اس نشست میں حضور نے ایک بار پھر عاملہ کو ان تجاویز اور منصوبوں پر غور کرنے کی ہدایت کی جن پر عمل کر کے احمدی احباب، زراعت، صنعت، تجارت اور سرمایہ کاری کے دوسرے اسلوب اختیار کر کے سیرالیون کی گرتی ہوئی اقتصادی حالت کو سہارا دے کر ملک اور قوم کی خدمت کر سکتے ہیں۔ اس نشست کے اختتام پر حضور کی پرواز کا وقت ہو گیا۔ حضور نے ایک مرتبہ پھر تمام احباب کو دست بوسی کا شرف عطا فرمایا۔ یہ بندۂ پُرتقصیر بھی اُن خوش قسمت افراد میں شامل تھا۔ اجتماعی الوداعی دُعا کے بعد حضور طیارے کی طرف روانہ ہوئے۔ مرسیڈیز کار حضور کو طیارے کی سیڑھی تک چھوڑنے گئی۔ کچھ دیر کے بعد طیارے نے اُڑان بھری۔ فیری ٹرمینل پر پہنچنے سے قبل ہی، ہمیں حضور انور کے منرویا (Monorvia) لائبیریا، پہنچ جانے کی خوشخبری بھی مل گئی۔ مگر میں دیر تک حضور کی روانگی سے قبل کے چند گھنٹوں کی مصروفیات پر غور کرتا رہا۔ مسجد کی بنیاد رکھنے کی تقریب، مسجد کے مقام، اور نوعیت کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر مشتمل خطاب، اور پھر وی آئی پی لاؤنج میں پہنچ کر مجلس عاملہ کی میٹنگ کا انعقاد یہ کتنا عظیم لیڈر ہے جس کا ایک ایک لمحہ خدمتِ دین میں بسر ہو رہا ہے۔ میں اس مضمون کو اُس نظم کے تین اشعار کے ساتھ ختم کرنا چاہتا ہوں جو حضور نے اس دورہ کے تین سال بعد رقم فرمائی ع

زندگی اس طرح تمام نہ ہو ۔۔۔ کام رہ جائیں ناتمام چلو
کہہ رہا ہے خِرامِ بادِ صبا ۔۔۔ جب تلک دم چلے مُدام چلو
رات جاگو مہ و نجوم کے ساتھ ۔۔۔ دن کو سورج کے ہم خِرام چلو

کہاں کی شاعری، کیسا سخن جب تم نہیں ہوتے

اے۔ حق، لندن

کہاں کی شاعری، کیسا سخن جب تم نہیں ہوتے ۔۔۔ نہیں بھاتی ہے مجھ کو انجمن جب تم نہیں ہوتے
تمہارے حسن سے ہوتی ہے رونق غنچہ و گل میں ۔۔۔ خزاں میں ڈوب جاتا ہے چمن جب تم نہیں ہوتے
تمہارے دم قدم سے ہے سکونِ زندگی میرا ۔۔۔ مرے سانسوں میں ہوتی ہے گھٹن جب تم نہیں ہوتے
غموں کی آندھیاں چلتی ہیں میرے خانہء دل میں ۔۔۔ مسرت اوڑھ لیتی ہے کفن جب تم نہیں ہوتے
نہ جانے کتنے ہی زخموں کو اپنے ساتھ لاتی ہے ۔۔۔ سحر کے نور کی پہلی کرن جب تم نہیں ہوتے
مجھے تنہا سمجھ کر ورغلانے روز آتا ہے ۔۔۔ سنہرے رنگ کا کوئی ہرن جب تم نہیں ہوتے
پہنچتا ہی نہیں اوجِ ثریا پر کسی صورت ۔۔۔ تمہارے حق کا اندازِ سخن جب تم نہیں ہوتے

رحمی رشتوں سے حسن سلوک

لمبی عمر پانے اور رزق کی فراوانی کا نسخہ کیمیا

محمد اجمل شاہد

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی قادرانہ تخلیق کے کئی پہلو مختلف پیرائے میں بیان فرمائے ہیں۔ تا کہ بنی نوع انسان اپنے خالق کی طرف متوجہ ہوں اور شکر گزاری کے جذبہ کے ساتھ ان کی قدر کا حق ادا کر سکیں۔ ان میں سے ایک اہم امر خود انسان کی اپنی تخلیق ہے اور ان کی نسل کو قائم رکھنے کیلئے جو سلسلہ قائم فرمایا ہے اور اسکے نتیجے میں رحمی رشتوں کی توسیع کا ایک ایسا حسین اور پیارا نظام معرض وجود میں آتا ہے کہ اسکی قدردانی ہر انسان پر فرض ہے۔ ویسے تو تمام بنی نوع انسان اپنے ایک خالق کی وجہ سے ایک رشتہ میں منسلک ہیں اور ایک وسیع برادری کا حصہ ہیں۔ تاہم قریبی رشتہ داروں کے حقوق کو باقی پر فوقیت ایک طبعی امر ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ (سورۃ الفرقان: 55)

یعنی خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جس نے بشر کو پانی سے پیدا کیا اور اسے نسبی اور سسرالی رشتوں سے بڑھایا اور تیرا ربّ دائمی قدرت رکھنے والا ہے۔

ان رحمی رشتہ داروں کا ایک سلسلہ خاندانی حسب ونسب سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا حصہ صہری تعلق یعنی شادی کے بعد اپنی بیوی کے خاندان سے وسعت اختیار کر لیتا ہے۔ ان دونوں تعلقات کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ہے اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان میں توازن رکھنا ایک نہایت اہم امر ہے۔

چونکہ عام طور پر باہمی حقوق کی ادائیگی میں انسان کوتاہی یا افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا ہے اسلئے ہمارے پیارے آقا سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اپنی عملی زندگی میں ایک حسین نمونہ قائم فرمایا نیز اپنے ارشادات کے ذریعہ صلہ رحمی کی برکات وفوائد کی طرف مختلف پیرایہ میں توجہ دلائی۔ چنانچہ صلہ رحمی کے حقوق کی ادائیگی اور رشتہ داروں اور خاص طور پر ضرورتمند رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا نہ صرف ان کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ خود ایسے شخص کو بھی روحانی فوائد کے علاوہ جسمانی اور مادی فوائد پہنچتے ہیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے یہ روایت ہے:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسکے رزق میں کشائش ہو اور اسکی عمر لمبی ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے“
(بخاری، مسلم)

یہ دونوں باتیں یعنی رزق کی فراوانی اور لمبی عمر پانے کی خواہش ہر انسان میں طبعی طور پر پائی جاتی ہے اور اس کے لئے مختلف ذرائع سے کوشش کی جاتی ہے۔ اسکے لئے ہمارے پیارے آقا نے جو آسان نسخہ بتایا ہے اسکے لئے عمومی طور پر غفلت برتی جاتی ہے اور باہمی تعلقات کے بگاڑ سے جو ذہنی اذیت اور فساد برداشت کرنا پڑتا ہے وہ مالی اور جسمانی صحت کی بربادی پر منتج ہوتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہر شخص آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے نسخہ کیمیا پر عمل پیرا ہو کر رشتہ داروں کے باہمی تعلقات کو بہتر بنائے اور کسی کی طرف سے زیادتی اور ظلم کے موقع پر عفو و درگزر سے کام لے اور اس طرح دینی و دنیوی فوائد کے علاوہ لمبی عمر سے استفادہ کرے۔

پھر باہمی تعلقات کا اصل امتحان اس وقت ہوتا ہے کہ جب ایک طرف سے تعلقات کو قطع کرنے میں پہل ہوتی ہے اور دوسری جانب سے جواباً کارروائی ہوتی ہے اور باہمی تلخی بڑھتی چلی جاتی ہے اور یہ دراڑ وسیع تر ہوتی جاتی ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف توجہ دلاتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے:

لیس الواصل بالمکافیٔ ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمۂ وصلھا۔(بخاری)

صلہ رحمی صرف یہی نہیں ہے کہ جب باہمی تعلقات اچھے ہوں تو حسن سلوک کیا جائے بلکہ صلہ رحمی کا اصل موقع وہ ہوتا ہے کہ جب کوئی رشتہ دار تعلقات کو قطع کرے اور دوسرا ان تعلقات کو پھر بحال کرے۔

صلہ رحمی کا یہ موقع کافی مشکل ہوتا ہے اور زیادتی کرنے والے اپنے رشتہ دار کی طرف

طبیعت انتقام کی طرف مائل ہوتی ہے۔ایسے موقع پر طبیعت پر قابو پانا اور دوسرے کی زیادتی کو نظر انداز کر کے صلہ رحمی اور حسن سلوک کیلئے کوشش کرنا قابل ستائش ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی مشکل مقامات کو سر کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ایسے ہی موقع کیلئے قرآن مجید نے یہ محاورہ استعمال فرمایا ہے **فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ** یعنی وہ گھاٹی پر نہ چڑھا۔کیونکہ نیکی کرنا قدرے مشکل کام ہے اور اسکے لئے محنت اور قربانی درکار ہوتی ہے۔اسلئے اگر ایک رشتہ دار کی طرف سے زیادتی ہوئی ہے تو دوسری طرف سے اگر بدستور حسن سلوک اور عفو و درگزر کا سلسلہ جاری رہے تو جلد حالات بہتر ہو سکتے ہیں اور واضح ہے کہ ثواب کا مستحق فریق ثانی ہے۔صلہ رحمی کے سلسلہ میں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ غریب اور مسکین رشتہ داروں پر خرچ کرنا دہرے ثواب کا باعث ہے۔سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے:

الصَّدقة علی المسکین صدقة و علیٰ ذی الرحم ثنتان صدقةٌ و صلةٌ

(ترمذی)

یعنی مسکین شخص پر خرچ کرنا نیکی ہے لیکن اگر غریب رشتہ دار پر خرچ کیا جائے تو یہ دہرے ثواب کا باعث ہے۔یہ نیکی بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔صلہ رحمی کو حضور علیہ السلام نے اپنی بعثت کی اغراض میں سے بیان فرمایا ہے اور اسکے لئے مختلف پہلو سے مومنوں کو توجہ دلائی ہے۔آپؐ کو نہ صرف قریبی رشتہ داروں کا لحاظ اور خیال تھا بلکہ صدیوں پرانے تعلقات کا بھی شدت سے احساس تھا اور اس بارہ میں آپ نے مسلمانوں کو اسکی طرف توجہ دلائی ہے۔حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو وصیت فرمائی:

''عنقریب تم مصر کی زمین کو فتح کرو گے جہاں قیراط کا سکہ چلتا ہے تم وہاں کے لوگوں سے حسن سلوک کرنا کیونکہ بوجہ فاتح ہونے کے یہ تمہاری ذمہ داری ہے پھر ان سے تمہارا نسبی اور صہری تعلق بھی ہے۔''

(صحیح مسلم)

حضور علیہ السلام نے مصر کے لوگوں سے جس نسبی رشتہ کی طرف توجہ دلائی ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی وجہ سے ہے کیونکہ انکا تعلق مصر سے تھا۔اسطرح مصری قوم حضور کے جدّ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں پھر مصری قوم سے صہری تعلق امّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کی وجہ سے بھی ہے کیونکہ انکا تعلق بھی مصر سے تھا۔اس لحاظ سے مصری قوم سے دامادی کا رشتہ بنتا ہے۔
اس حدیث کی روشنی میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمی اور صہری رشتوں کا دائرہ اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ صدیوں پرانے تعلق کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔اس بارہ میں حضور علیہ السلام نے قبل از وقت مسلمانوں کو وصیت کی جب ''مصر کو فتح کریں تو ان کو اس تعلق کو نہ بھولنا چاہیئے بلکہ اس رشتہ کی بناء پر ان سے حسن سلوک کا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔اس سے رشتہ اور قرابت داری کے حقوق کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔جب ہمارے آقاؐ اتنے پرانے رشتہ کی وجہ سے اس پوری قوم سے حسن سلوک کیلئے وصیت فرماتے ہیں تو قریب ترین رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور صلہ رحمی کس قدر واضح اور اہم ہے۔

احمدیت اسلام کے نام

عارفہ حلیم

دیا پہلا سبق تو نے مجھے ضبط و ہدایت کا
تیرا تارِنظر اک تازیانہ ہے محبت کا

وہ جنت ہے جہاں گلزار میں غنچے چٹکتے ہیں
یہاں لیکن خس و خاشاک کو بھی پھول لگتے ہیں

عیاں ہونے لگا مجھ پر چمن کا رازِ رعنائی
تیرے فیضان نے دی بے بصر نرگس کو بینائی

مجھے ذوقِ وفا بخشا، وفا کو پائیداری دی
خرد کافر تھی اس کافر کو تُو نے دینداری دی

میری بیتاب فطرت کو عطا کی اور بیتابی
میسر آگئے سیماب کو اندازِ سیمابی

تمنا ہے مجھے اپنی طرح تو کامراں کر لے
میں قطرہ ہوں مجھے دریا بنا کر بیکراں کر لے

قیامت تک رہے باقی تیری تنویر و تابانی
ہے پروانوں کی دُنیا میں تُو شمع جانی پہچانی

پاکستان کے ایک مایہ ناز سپوت جناب ایم ایم احمد صاحب

ایک ذہین ، دیانتدار عظیم ماہر اقتصادیات نائب صدر عالمی بنک

رانا عبدالرزاق خان، لندن

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جو ایم ایم احمد صاحب معروف تھے۔ آپ کو دس سال تک 1962ء تا 1972ء تک پاکستان کی اقتصادیات کے استحکام اور ترقی کے لئے ان تھک مساعی کی توفیق ملی۔ آپ صدر محمد ایوب خان صاحب کے دور میں منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین رہے۔ پاکستان کا یہ دور معاشی لحاظ سے سنہری کہلاتا ہے۔

آپ 13 جنوری 1913ء کو قادیان میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ہسٹری میں ایم اے کیا۔ اس دوران لاء کالج میں داخلہ لیا۔ 1933ء میں آئی سی ایس کے ارادہ سے لندن آ گئے۔ آئی سی ایس کے بعد ایک سال آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں گزارا۔ اور 1938ء میں واپس وطن پہنچ گئے۔ اپنی ملازمت کا آغاز یوپی کے قصبہ گوڑگاؤں سے کیا۔ جہاں مسلمانوں کے لئے حفاظتی انتظامات کی توفیق ملی۔ اگست 1947ء میں امرتسر میں ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کے طور پر کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد ضلع سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر لگائے گئے۔ کیونکہ یہ ضلع سرحدی تھا اور مہاجرین کی آمد ورفت بہت زیادہ تھی۔ مگر آپ نے نہایت مستعدی سے خدمات انجام دیں۔ ایک دفعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ مجھے پیغام ملا کہ ایک شخص مجھ سے ملنا چاہتا ہے مگر وہ اندر نہیں آسکتا۔ میں خود باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ معذور ہے اس نے مجھے بتایا کہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن جو ریڈ کراس کی چیئرمین تھیں Me Center میں آئی ہوئی ہیں۔ اور سینٹر کا سامان ریلوے کی چودہ ویگنوں میں لوڈ کروا کر انڈیا روانہ کرنے کا آرڈر دے چکی ہیں۔ میں نے اسی وقت ریلوے کے ہیڈ کو فون کر کے وہ سامان رکوا دیا۔ بعد میں مجھے ایک جرنیل کا فون آیا کہ تم لیڈی ماؤنٹ بیٹن کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ میں اس وقت صرف پاکستان گورنمنٹ کا ملازم ہوں۔ اسی طرح کشمیر کی آزادی کے لئے مجاہدین کی ہر طرح سے مدد کرنے کا موقع ملا۔ اور بھرپور طریق پر مہاجرین کو اسلحہ وخوراک اور نقل وحمل میں رکاوٹ نہ آنے دی۔ ڈپٹی کمشنر میانوالی خدمات کے بعد ایڈیشنل چیف سیکرٹری ویسٹ پاکستان بنا دیئے گئے۔ اور 1960ء میں فیڈرل سیکرٹری کامرس بنائے گئے۔ 1962ء میں مرکزی حکومت میں سیکرٹری کامرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ صدر محمد ایوب خاں صاحب نے آپ کو منصوبہ بندی کمیشن ڈپٹی چیئرمین نامزد کیا۔ چیئرمین صدر خود تھے۔ ایوب خان کے دور میں پاکستان میں صنعتی انقلاب رونما ہوا۔ بڑے بڑے شہروں کے اطراف میں دور دور تک صنعتیں لگنی شروع ہوگئیں۔ لاہور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، فیصل آباد کے گردونواح، کراچی حیدر آباد روڈ پر صنعتوں کا قیام جو آپ کو نظر آتا ہے۔ وہ ایوب خان کے دور کی یادگار ہیں۔ پاکستان جلد ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہونے والا تھا۔ کہ ایوب خان بیمار ہو گئے۔ تو صدر عالمی بنک نے بذریعہ تار تشویش کا اظہار کیا کہ اگر آپ پانچ سال مزید اس نظام کو چلا سکتے تو پاکستان یقیناً ایک ترقی یافتہ ملک بن جاتا۔ اور اپنے قرضے اتارنے کے قابل ہو جاتا۔ ایوب خاں کے بعد یحییٰ خان کے دور میں آپ کو صدر پاکستان کا اقتصادی مشیر مقرر کیا گیا یہ عہدہ مرکزی وزیر کے برابر تھا۔ آپ نے اس دور میں بھی پاکستان کے اقتصادی حالات کو سنبھالا دینے کی مقدور بھر کوشش جاری رکھی۔ 1971ء میں ایک اخبار نے میں ان الفاظ میں سرخی لگائی۔ خود اعتمادی اور کفایت شعاری کا بجٹ۔ دوسری سرخی یہ تھی بجٹ تجاویز کے حقیقت پسند ہونے کا خیر مقدم کیا گیا۔ تفصیل یہ تھی۔'' ہفتے کے روز بجٹ پیش کیا گیا اس کا لاہور شہر میں بڑے اطمینان کے ساتھ استقبال کیا گیا کیونکہ نئے ٹیکسوں کے متعلق جو تجاویز رکھی گئی ہیں ان کا عام آدمی پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا۔ روزنامہ نوائے وقت نے اپنی 27 جون 1971ء کی اشاعت میں'' حقیقت پسندانہ بجٹ'' کے عنوان سے اداریے میں لکھا'' اس سال مشرقی پاکستان میں بغاوت وشورش کے باعث ملک وملت اقتصادی زبوں حالی سے دوچار ہو گئے تھے۔ اس کے پیش نظر نئے ٹیکسوں کا نفاذ یا مروجہ ٹیکسوں میں اضافہ کا امکان کچھ ناگزیر سا نظر آنے لگا تھا اور کم وبیش ہر شعبہ زندگی کے لوگ اپنے ذہنوں کو ممکنہ ٹیکسوں کا مزید بوجھ قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن یہ بڑے اطمینان کی بات ہے کہ نیا بجٹ تیار کرنے والوں نے خاص حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور ایسے لوگوں پر ٹیکس عائد

کئے گئے ہیں جو واقعی ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نئے میزانیہ کا یہ پہلو بھی بڑا خوشگوار ہے کہ اس میں ہوشربا گرانی کی چکی میں پسنے والے عوام کو کچھ سہولتیں دینے کی غرض سے اقدامات کئے گئے ہیں۔'' مارچ 1970ء میں مشرقی پاکستان میں سٹیٹ بنک اور دیگر بینکوں کو لوٹنے سے نیشنل عوامی پارٹی کے کارکنوں کے پاس پاکستانی کرنسی کے انبار لگ گئے۔ وہ ہندوستانی سمگلروں سے مل کر پاکستان سے اشیاء خریدتے اور براستہ ہندوستان مشرقی پاکستان میں لے جاتے اور باغیوں کی مدد کرتے۔ پاکستان میں افراط کا ایک سیلاب آنے کو تھا۔ جناب ایم ایم احمد صاحب کی فہم وفراست نے اقتصادی حالت کو بروقت بھانپ لیا چنانچہ آپ نے پانچ سو اور ایک سو روپے والے کرنسی نوٹ کی قانونی حیثیت ختم کردی۔ جس سے پاکستان اقتصادی تباہی سے بچ گیا اور روپے کی گرتی ہوئی قدر میں ٹھہراؤ آ گیا روزنامہ نوائے وقت جناب ایم ایم احمد کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے لکھتا ہے۔ ''بڑے کرنسی نوٹوں کی منسوخی نے سمگلنگ ختم کرنے کا بہترین موقع پیدا کر دیا۔ افغانستان کے سکھ اور ہندو سمگلروں کا کاروبار تباہ ہوگیا۔'' لاہور 24 جون (چیف رپورٹر) پاکستان کرنسی کے بڑے نوٹوں کی منسوخی سے حکومت بھارت کو کم از کم پچاس کروڑ روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ بھارتی حکومت نے پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنے کے لئے پاکستانی کرنسی کے پانچ سو کے اور ایک سو کے مشرقی پاکستان سے لُوٹے ہوئے نوٹ اپنے مداخلت کاروں سے خریدے تھے۔ لیکن بھارت کی یہ سازش خود اس کے لئے زبردست مالی نقصان کا باعث بن گئی۔ اور پاکستانی نوٹوں کی بروقت منسوخی سے سب سے زیادہ نقصان پاکستان دشمن اندرا حکومت کو اٹھانا پڑا (نوائے وقت 25 جون 1971ء)

پاکستان روپے کا ڈالر کے ساتھ منسلک کرنے کا فیصلہ

ایوب حکومت میں پاکستانی روپے کو ڈالر سے منسلک کر دیا گیا۔ جس سے پاکستانی کرنسی پر بڑے خوش کن اثرات پڑے تھے۔ اور پاکستانی روپے کو کافی استحکام ملا تھا۔ 1972ء میں جب بھٹو حکومت برسر اقتدار آئی تو پاکستانی روپے کی قیمت بہت ہی کم کر دی گئی۔ جب اس کمی کے اثرات پاکستانی معیشت پر پڑنے لگے تو بھٹو صاحب نے جناب ایم ایم صاحب سے رابطہ کیا۔ اس سلسلہ میں ایم ایم صاحب بیان کرتے ہیں روپے کی قیمت میں کمی کر دی گئی اس سے پہلے ڈالر کے مقابلے میں ساڑھے سات تھی انہوں نے گیارہ روپے کر دی تو جب 11 روپے ہوئی تو صدر صاحب نے مجھے بلوا لیا۔ آئی ایم ایف کے ساتھ اس وقت غلام اسحاق خاں اور آفتاب قاضی نے بات کی تھی تو صدر نے مجھے بلوایا اور کہا یہ بہت زیادہ ہے۔ میں اس سلسلے میں بات کروں میں نے آئی ایم ایف سے بات کی۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو پاکستان کی جانب سے بذات خود کمی کی گئی ہے۔ اب تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ میں نے غلام اسحٰق خان سے بات کی کہ یہ آپ نے کیوں کیا اتنی زیادہ کمی کیوں کر دی۔ یہ تو بہت زیادہ ہے کہنے لگے ہاں میں مانتا ہوں یہ بہت زیادہ ہے لیکن یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اگر ڈی ویلویشن کامیاب کرنا ہے تو ایک ہی جمپ میں ایسے لیول پر لے جاؤ کہ پھر دوبارہ مستقبل قریب میں جلدی کمی نہ کرنی پڑے (ہفت روزہ حریت اسلام آباد 2 جنوری 1997ء)

1972ء میں آپ استعفٰی دے کر ورلڈ بینک میں چلے گئے۔ اور بطور ایگزیکیٹو ڈائریکٹر ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف جوائنٹ منسٹریل کمیشن کے سیکرٹری 1984ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران بھی آپ نے پاکستان کے مفاد کو مدنظر رکھا۔ جہاں بھی پاکستان کو فائدہ پہنچایا جاسکتا تھا آپ اس میں عمر بھر کوشاں رہے۔ ورلڈ بنک سے ریٹائرڈ ہو کر آپ نے امریکہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی اور اس دوران بھی آپ وطن عزیز کی بہتری کے لئے کوشاں رہے۔ 1989ء میں جب پریسلر ترمیم سے امریکہ نے پاکستان پر اقتصادی پابندیاں لگا کر امداد بند کر دی تھی تو آپ نے یہ پابندیاں اٹھانے میں بہت کوششیں کیں بلکہ اپنا ذاتی اثر ورسوخ بھی استعمال کیا۔ آپ یہاں فرماتے ہیں: ہماری جماعت (امریکہ) میں چالیس کے قریب شاخیں ہیں ان سب کو لکھا کہ اپنے اپنے کانگرس مین حضرات اور سینیٹرز کو کہیں کہ وہ اپنا اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں اور کام کریں خاص کر 14 ممبرز جن کی کمیٹی بیٹھی تھی ان پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اس سلسلے میں بھرپور کوشش کریں۔ میرے اپنے امریکن دوست تھے گورنر ریٹائرڈ۔ ان سے میں نے بات کی ان کی میں نے پریسلر سے بات کروائی اس حوالے سے جو سب سے مؤثر آدمی تھا وہ ری پبلکن تھا۔ اور یہ بھی ری پبلکن تھے۔ میں نے ان سے بھی کہلوایا تو اس نے کہا کہ تم فون کر کے آ جانا اور میں اس سلسلے میں بھرپور کوشش کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس طرح میرے اور پروفیسر دوست تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ تم کیوں کرتے ہو جب تمہارے خلاف پاکستان میں اس قدر زہر اگلا جاتا ہے۔ پھر تم کیوں اس قدر کوشش کر رہے ہو تو میں نے ان سے کہا ہماری مخالفت گورنمنٹ کی پالیسی سے ہے لیکن ہماری مخالفت کا کوئی بھی اور ذرہ سا حصہ پاکستان کے خلاف نہیں ہے۔ ہم ملک کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنا کہ کسی محب وطن کو ہونا چاہیئے۔ ہم ملک کے مفاد میں ہمیشہ کام کرتے آئے ہیں اور جہاں بھی ضرورت پڑے گی ہم کام کریں گے۔۔ (ہفت روزہ حریت اسلام آباد 2 جنوری 1997ء) صدر یحیٰی خان کی بیرون ملک ایران روانگی کے موقع پر آپ کو قائم مقام صدر پاکستان ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ اس دوران ایک معاند احمدیت اسلم قریشی نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس کی وجہ سے آپ زخمی ہو گئے تھے۔ آپ کو جماعت احمدیہ کے امیر جماعت امریکہ ہونے کا اعزاز تا وفات حاصل رہا۔ آپ 23 جولائی 2002ء کو امریکہ کے ایک ہسپتال میں 89 برس کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے ؏

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ایک غیر احمدی نقّاد اور مُصنّف سے خط و کتابت

رشید ارشد لاس اینجلس

27 مئی 2011ء کو خاکسار کو ایک غیر احمدی کی طرف سے، جن سے میرا پہلے تعارف نہیں تھا، ایک ای میل موصول ہوا۔ اس خط کا خلاصہ درج ذیل ہے:

محبی ومحترم رشید ارشد صاحب السلام علیکم

میرا نام آپ کے لیے نامانوس ہوگا لیکن آپ میرے لیے اپنی دو عدد معرکۃ الآرا کتب کی بدولت نہ صرف مانوس ہیں بلکہ ان کے ذریعے سے آپ نے مجھے اپنے احسان مندوں اور مداحوں کی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ . . . ''جنگل میں منگل'' کا سحر ابھی تک طاری ہے۔ . . اس کتاب کو پڑھ کر آپ سے بالمشافہ مصافحہ کرنے کو بڑا دل چاہا . . . . اس برقی مکتوب کے ذریعے محض یہ اطلاع دینا مقصود ہے کہ آپ نے دو طرح دار کتب تصنیف کر کے مجھ پر احسان کیا ہے یعنی مسرت بخشی ہے، اس کے جواب میں یہ فقیر پُر تقصیر آپ کی سلامتی، صحت، مسرتوں اور بے حساب اجر وثواب کے لیے دعا گو ہے۔

دعا گو مخلص (نام . . . .)

اس خط کے بعد خاکسار اور ان صاحب کے درمیان کئی خطوط کا تبادلہ ہوا جن کا موضوع علمی، ادبی، سیاسی یا معاشرتی تھا۔ اکتوبر 2011ء کو خاکسار کا پاکستان جانا ہوا۔ کراچی پہنچ کر ان صاحب کو فون کر کے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ انہوں نے بڑے خلوص کے ساتھ مجھے اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا۔ ایک رسالے کے ایڈیٹر بھی ملاقات کو موجود تھے۔ دورانِ طعام میزبان نے دینی اور اخلاقی موضوعات پر اپنی تصنیف کردہ ایک درجن کتب اور کئی کتابچے بھی دکھائے۔ تین دن کے بعد رسالے کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے دفتر میں ایک ادبی نشست کا اہتمام کیا جس میں چند کالم نگار اور ادیب بھی شامل ہوئے۔ مجھے متعارف کرانے کی ذمہ داری انہی صاحب کو دی گئی جن سے میری خط و کتابت ہو چکی تھی۔ ان صاحب نے انٹرنیٹ پر میرے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے دوران ایم ٹی اے پر میرا انٹرویو اور دوسرے لنکس دیکھے تو منکشف ہوا کہ میں احمدی ہوں۔ اس انکشاف کے بعد کی خط و کتابت قارئین کے پیشِ خدمت ہے۔ اب یہ صاحب پہلے کی طرح نہ تو مجھے محبی ومحترم لکھتے ہیں نہ ہی السلام علیکم۔ خط کے آخر میں دعا گو لکھنا بھی متروک ہوا:

رشید ارشد صاحب

میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کے مکاتیب کے جواب ارسال نہ کر سکا۔ آپ شاید اندازہ فرما سکتے ہوں کہ کسی عزیز شے کے چھن جانے سے کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ میں ایسے ہی صدمے کی حالت میں ہوں۔ آپ کو میں نے آپ کی شگفتہ تحریروں کے ذریعے جانا لیکن آپ کے عقیدے نے آپ کو مجھ سے چھین لیا۔ تاہم یہ اتنی اہم بات نہیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ اس عقیدے نے آپ کا ایمان آپ سے چھین لیا۔

مجھے اپنے عقیدے یا ایمان کی درستگی پر کوئی ناز یا تکبر نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے کہ میں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا اور اسی نے مجھے ایمان کی دولت اور اسلام کا کچھ علم عطا فرمایا۔ مجھے شدید صدمہ ہے کہ آپ نے وہ راستہ پسند فرمایا جو انعمت علیہم کا نہیں بلکہ مغضوب علیہم کا ہے۔ بہرحال میں آپ کی شگفتہ تحریروں کے حوالے سے آپ کا احسان مند ہوں، اس لیے بھی آپ اور آپ کے ہم عقیدگان کے لیے دعا گو ہوں اور انشاء اللہ رہوں گا کہ رب کریم آپ سب کو سچی توبہ کرنے کی توفیق بخشے اور ایسا ایمان عطا فرمائے جو اللہ کو مطلوب ہے تا کہ اللہ آپ کو آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے (جس کا تصور آپ کے حوالے سے کر کے مجھے خوف آتا ہے اور شدید فکر لاحق ہے) اور آپ حسبِ سابق میرے لیے ''محبی اور محترم'' ہو جائیں۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ منافقت سے کام نہیں لے سکتا۔

(نام . . . . .)

خاکسار کی طرف سے اس خط کا جواب درج ذیل ہے۔ مقصد یہ باور کرانا تھا کہ:

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں　　دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

مکرم ومحترم . . . . السلام علیکم

کل روزِ عید آپ کا خط ملا۔ دو عیدیں ہو گئیں۔ نمازِ عید کا وقت ہونے والا تھا۔ خط پڑھنے کے بعد مسجد گیا۔ امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ سے

لَایکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا" والے رکوع اور دوسری رکعت میں سورۃ ابراہیم کا وہ حصہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خانہ کعبہ اور اولاد سے متعلق دعا ہے، تلاوت کرتے ہوئے قربانی کی اصل روح اور اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مسجد آنے سے کچھ دیر پہلے انہوں نے پاکستانی ٹی وی چینل پر ایک رپورٹر کو یہ کہتے سنا کہ جانوروں کی مہنگائی کے نتیجے میں سنتِ ابراہیمی پر عمل مشکل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا سنتِ ابراہیم جانوروں کی قربانی تک محدود نہیں بلکہ اس میں شرک سے بچنا بھی شامل ہے اور بت پرستی کے علاوہ شرک کی کئی قسمیں ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی ذات پر بھروسا کرنے کی بجائے جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی، رشوت، سفارش اور تمام ایسے ذرائع اختیار کرنا ہے جن کی اسلام میں ممانعت ہے۔ گویا کوئی خواہ کتنا ہی غریب ہو سنتِ ابراہیم پر عمل کر سکتا ہے۔ آپ نے حج اور قربانی کے حوالے سے یہ بھی بتایا کہ کس طرح آنحضرت ﷺ نے بھی ان مناسک کو ادا کیا اور امت میں رائج کیا۔ یہ خطبہ سنتے وقت قربانی سے متعلق آپ کا مضمون بھی ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ عالمِ اسلام کی تمام مساجد میں قربانی کی اسی روح کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہوگی۔ . . .

دعا گو رشید ارشد

خاکسار کے اس خط کے جواب میں ان صاحب کا یہ خط موصول ہوا:

رشید ارشد صاحب

آپ کا جوابی مکتوب پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ دل کو رویا جائے یا جگر کو پیٹا جائے۔ آپ نے میری مخلصانہ فکر و تشویش کے جواب میں جس شانِ استغنا کا مظاہرہ فرمایا ہے اس کا نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ بہر حال میں اپنے گزشتہ مکتوب میں کی گئی دعاؤں کا اعادہ کرتا ہوں۔

(نام. . . . .)

خاکسار کا جواب:

مکرم و محترم. . . . .السلام علیکم

پچھلے خط میں کچھ باتیں لکھنے سے رہ گئی تھیں۔ یہاں مغرب کی نماز کے بعد درسِ قرآن یا درسِ حدیث ہوتا ہے۔ حج کے ایام میں امام صاحب نے عمرہ کے دوران اپنے مشاہدات اور تجربات بیان کئے۔ فرمایا رات کو خانہ کعبہ اور مسجد الحرام کی روشنیاں اور پس منظر میں تلاوت قرآن پاک، یوں لگتا تھا جیسے آسمان سے خدا نازل ہو رہا ہے۔ ہماری بیگم بفضلِ تعالیٰ دو حج اور تین عمرے کر چکی ہیں۔ جب بھی ذکر کرتی ہیں آنکھیں پُر نم ہو جاتی ہیں۔

کراچی میں (مصنف کا نام) کی کتاب کے تعارف کے سلسلے میں آرٹس کونسل گیا۔ وہاں ایک اور صاحب بھی تھے جنہیں آپ بھی جانتے ہیں۔ پوچھنے لگے آپ مذہبی ہیں؟ عرض کیا آپ بھی تو مذہبی ہیں۔ جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مذہبی نہیں اس کا بھی تو مذہب ہوتا ہے۔ بات سمجھ گئے۔ پھر کہنے لگے جو مسلمان ہے وہ اس لیے کہ بچپن سے برین واش کر دیا جاتا ہے۔ عرض کیا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت تو کوئی مسلمان نہیں تھا۔ نہ بچہ نہ باپ۔ اربوں مسلمان کہاں سے آ گئے۔ کہنے لگے ہندوستان میں جو مسلمان ہوئے وہ شودر تھے۔ اسلام انہیں بہر حال بہتر لگا۔ عرض کیا کہ ہند میں جو مسلمان ہوئے ان میں اکثریت کے نام کے آگے چوہان، راجپوت، باجوہ وغیرہ آتا ہے۔ یہ لوگ شودر نہیں حکمران تھے۔ اگر یہ الزام نعوذ باللہ درست بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو چین، روس اور انڈونیشیا میں کس مسلمان جرنیل نے چڑھائی کی۔ اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی غیرت ضرور بخشی ہے کہ کوئی اسلام پر حملہ کرے تو اپنے علم اور شعور کے مطابق اس کا دفاع ضرور کرتا ہوں۔ مغربی دنیا میں یہ سلسلہ آئے دن رہتا ہے۔

اپنی تعریف کرتے ہوئے خدا سے ڈرتا ہوں۔ لیکن قرآن پاک میں ظاہری اور پوشیدہ نیکی کرنے والوں کا ذکر ہے۔ میری یہ عادت ہے کہ بس یا ریل میں سفر کے دوران عورت ذات، معمر یا معذور کے لئے سیٹ خالی کر دیتا ہوں۔ لاہور سے ربوہ جا رہا تھا۔ شیخوپورہ کے قریب کسی چھوٹے اسٹیشن سے دیہاتی عورتیں گاڑی میں سوار ہوئیں۔ کسی کے ہاتھ میں سامان، کسی کے سر پر گٹھڑی۔ ایک کے ہاتھ میں شیر خوار بچہ۔ میں نے شیر خوار بچے کی ماں کے لئے سیٹ خالی کر دی۔ میرا خیال تھا کہ دوسرے مرد بھی، کم از کم دیکھا دیکھی دوسری عورتوں کے لئے سیٹیں خالی کر دیں گے۔ لیکن سب یوں بت بنے بیٹھے رہے گویا ان کے احساسات کب کے مر چکے ہوں۔ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہو۔

نماز میں جب سجدہ ریز ہوتا ہوں تو سب سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔ اس کے بعد جن دعاؤں کی توفیق ملتی ہے ان میں خاص طور پر عالمِ اسلام کے لئے۔ پاکستان کے کروڑوں غربا، مظلوم، مجبور اور مصیبت زدگان کا بھی خیال رہتا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے والے بھی مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔ دفاتر میں ان کے ساتھ مویشیوں سا سلوک ہوتا ہے۔ عدالتوں میں انصاف نہیں ملتا اور سالہا سال تک غریب عوام عدالتوں کے چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ عدالتِ عالیہ کے جج بھی فیصلہ کرتے وقت مصلحت یا دولت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ غریب آدمی کی اتنی آمدنی نہیں جتنی رشوت طلب کی جاتی ہے۔ حج جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے بھی

رشوت کا لین دین رہتا ہے اور ٹھیکوں کے پیسے مذہبی امور کے وزیر بھی غبن کرنے لگے ہیں۔ اخلاقی گراوٹ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ٹی وی پر عورتوں کے اغوا اور زنا بالجبر کی خبریں عام ہیں۔ کہیں کسی کی بیٹی کو گینگ ریپ کیا جاتا ہے کہیں کسی کی ماں کو ننگا کر کے گاؤں میں پھرایا جاتا ہے۔ کوئی مظلومہ انصاف کے لئے پولیس اسٹیشن جاتی ہے تو پولیس والے بھی اجتماعی طور پر ریپ کرتے ہیں۔ کوئی مظلومہ انصاف کے لئے وکیل کے پاس جاتی ہے تو وکیل بھی شیطان کا روپ دھار لیتا ہے۔ پولیس کا عوام پر تشدد ایک بھیانک داستان ہے۔ یہ ساری تفصیل سب کے سامنے ہے۔ ہر طرف انتشار اور خلفشار ہے۔ نظم وضبط کا فقدان ہے۔

میرے علم میں نہیں کہ کسی بھی دینی جماعت نے یا کسی بھی عالمِ دین نے قوم کی کسی بیٹی کے ریپ ہونے پر کوئی احتجاجی جلوس نکالا ہو، اس کے گھر جا کر تسلی کے دو بول بولے ہوں اور انصاف کے لئے کوشش کی یقین دہانی کرائی ہو۔ عورتوں پر تشدد عام ہے۔ ذرا سی بات پر ناک کان کاٹ دیا جاتا ہے۔ چہرے پر تیزاب پھینکا جاتا ہے۔ جلا کر مار دیا جاتا ہے۔ یہاں ایک دن ڈینٹسٹ کے استقبالیہ میں بیٹھا تھا۔ بہت سے رسائل رکھے تھے۔ ٹائم میگزین کے ایک سرورق پر ایک مسلمان عورت کی کٹے ہوئے ناک کے ساتھ تصویر تھی جو اپنے خاوند کے ظلم کا نشانہ بنی تھی۔ میں نے رسالہ ہاتھ سے رکھتے ہوئے سوچا کہ رسالہ الٹا رکھ دوں تا کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔ لیکن ٹائم میگزین تو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ کوئی کہاں تک چھپائے! ہم اس بات کا بہت چرچا کرتے ہیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے۔ عورت نے اسلام کو اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ لیکن لوگ جو کچھ میڈیا پر دیکھتے ہیں وہ اس دعویٰ کی نفی کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے عورت کو اعلیٰ مقام عطا کیا۔ ہم نے عورت کو اسی مقام پر پہنچا دیا جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ بلکہ اس سے بھی نیچے۔

"صفائی نصف ایمان ہے"۔ لیکن غلاظت کے انبار جگہ جگہ لگے ہیں۔ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہ کسی امام مسجد نے نماز جمعہ کے بعد یہ اعلان کیا ہو کہ آج ہم سب جھاڑو ہاتھ میں لے کر مسجد کے آس پاس کی گلیاں صاف کریں گے۔ علماء صرف ان احتجاجوں میں حصہ لیتے ہیں جو سیاسی ہیں یا جن سے پیسہ یا پاور کا تعلق ہے۔ جلوسوں اور ہڑتالوں کے دوران ہزاروں عوام مزدوری سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بیمار یا حاملہ عورتیں گھنٹوں ٹیکسی یا رکشا میں پڑی رہتی ہیں۔ علماء کو اپنی پاور عزیز ہے۔ کسی پر کیا بیتتی ہے، علماء کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ مزید کیا لکھوں! کوئی چیز کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اسلام نے بدعتوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ اب مسلمانوں کی اکثریت بدعتوں اور رسوم کی شکار ہے۔ یوم میلاد النبی اب کرسمس کی طرح لگتا ہے۔ علماء کی سرپرستی میں ان بدعتوں اور رسوم میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ شرک، قبر پرستی اور پیر پرستی اس قدر عام ہے گویا عین اسلام ہے۔ شادی بیاہ میں اسلامی روح غائب ہے۔ اسراف بے جا، دکھاوا، ریاکاری اور ہنود کی رسوم جگہ پا گئی ہیں۔ دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

مسلمان ممالک ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔ مغربی طاقتوں کی سازشوں کا شکار ہیں۔ حکمران اپنا بھتہ وصول کر کے قوم اور ملک کے مفاد کا سودا کر لیتے ہیں۔ امیر عرب ممالک کو فلسطین کے مسئلے سے کوئی سروکار نہیں۔ یہود اور نصاریٰ کے ساتھ کاروبار میں شراکت ہے۔ مغرب انہیں کبھی عراق سے، کبھی ایران سے ڈرا کر بلین ڈالر کا اسلحہ خریدنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ سفید قوموں کو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور مسلمان بھائیوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔

آپ صاحب علم و دانش ہیں۔ میرا خیال تھا کہ میرے پہلے خط سے آپ پر میرا مطلب واضح ہو گیا ہوگا۔ اوپر میں نے تصویر کے دو رُخ دکھائے ہیں۔ ایک میرے نزدیک اسوہ حسنہ کی پیروی ہے اور دوسرا فسق و فجور کا، جس کو دیکھ کر زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ نے پہلے خط میں ایک ایسے شخص کو مغضوب علیھم میں شمار کیا ہے جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا محض زبان ہی سے ورد نہیں کرتا، اس پر عمل کرنے کی سعی بھی کرتا ہے۔ اگر آپ مجھے مغضوب علیھم میں شمار کرتے ہیں تو آپ کا ان مسلمانوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ جن کی اخلاقی حالت سے انکار آپ کے لئے بھی مشکل ہوگا۔ جو شرابی، زانی، جواری، قاتل، غاصب اور ظالم ہیں۔ جو پیسہ لے کر امیر اور بارسوخ کے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں اور معصوم غریب کو عمر قید کی سزا دیتے ہیں۔

دوسرے، آپ نے مجھے سچے دل سے توبہ کرنے کی تلقین کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسوہ حسنہ پر کسی حد تک عمل کرنے کی توفیق دی ہے تو اس اسلامی تعلیم کے نتیجے میں جو مجھ تک پہنچی ہے اور جس کے ذریعے مجھے ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لانے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحیح مقام کو سمجھنے کی توفیق ملی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ مجھے سچے اسلام سے سچی توبہ کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ ویسے سچے دل سے توبہ ہر مسلمان کو ہر وقت کرنی چاہیے۔

والسلام دعاگو رشید ارشد

غیر احمدی دانش ور کا جواب

رشید ارشد صاحب

میں آپ کا ممنون ہوں کہ اپنی گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا۔ آپ کے گزشتہ مکتوب سے مجھے کچھ اندازہ تو ہوا تھا کہ آپ کس جانب اشارہ فرما رہے ہیں۔ لیکن مجھے متعجب ہوتے ہوئے مکرر استفسار اسلئے کرنا پڑا کہ جو بات وجہ

اختلاف ہے، اسی کو آپ نے نظر انداز فرمادیا۔ آپ کے حالیہ مکتوب میں صورت حسبِ سابق ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا جو احوال بیان فرمایا ہے، مجھے اس سے مکمل اتفاق ہے بلکہ میں بھی اس احوال میں حسبِ توفیق خاطر خواہ اضافہ کر سکتا ہوں۔

آپ نے اپنے جن محاسن کا تذکرہ فرمایا وہ سب قابلِ تحسین ہیں لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اگر کوئی شخص دنیا کا سخی ترین، نرم خو ترین اور خوش اخلاق ترین شخص بن جائے یا تسلیم کر لیا جائے، اس کے ساتھ وہ یہ شرط عائد کر دے کہ میں اسلام کے تمام عقائد کا حامی ہوں، بس نبی کریم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتا اور ان ﷺ کے بعد بھی انبیاء کی ضرورت محسوس کرتا ہوں، بلکہ عصر، حاضر کے ایک ''نبی'' پر ایمان لانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کے بغیر میرا اسلام مکمل نہیں ہوتا تو یہ فرمایئے کہ کیا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کا مرتکب نہیں ہوگا؟ اور کیا وہ شخص نبی کریم محمد ﷺ کو اذیت پہنچانے کا باعث نہیں بن رہا؟ ایسی صورت میں اس شخص کی فقید المثال نیکیوں، دریا دلی، حسنِ اخلاق اور دیگر محاسن کی کیا کیفیت ہوگی؟

میں نے آپ کی با مقصد اور عمدہ طنزیہ و مزاحیہ تحریروں کے باعث آپ سے مخلصانہ تعلق استوار کیا لیکن آپ کے عقیدے کا علم ہونے پر صورت یکسر مختلف ہوگئی۔ تاہم ایک حدیث نبوی کے مفہوم کے مطابق جس طرح نبی کریم محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو پکڑ پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں، میں بھی آپ کے متعلق شدید فکر و تشویش میں گرفتار ہوں اور آپ کے صراطِ مستقیم پر آجانے کے لئے دعا گو رہتا ہوں۔

نام۔۔۔۔۔

خاکسار کا جواب:

مکرم و محترم ۔۔۔۔ السلام علیکم

آپ کا خط پا کر خوشی ہوئی۔ سب سے پہلے تو میں نہایت عاجزی کے ساتھ اس امر کا اعادہ کرتا ہوں کہ مجھے اپنے گناہوں اور کمزوریوں کا احساس ہے۔ بلکہ جب اس معیار کو دیکھتا ہوں جسے قرآنی تعلیم، احادیث اور سنتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سامنے رکھنا چاہیے تو سخت ندامت ہوتی ہے۔ اور اس ذات کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھ جاتا ہے جو ستار ہے، غفور الرحیم ہے اور مالکِ یوم الدین ہے۔

ایک سوال تو یہ ہے کہ اگر ہم حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی سمجھتے ہیں اور ایسا نہ سمجھنے والوں کا ایمان مکمل نہیں ہوتا، یا سرے سے مغضوب علیہم میں شمار ہوتا ہے تو اتنے اہم مسئلے پر قرآن کریم میں کوئی تو اشارہ ہوگا؟ آپ کے خط کی روشنی میں دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ ایک شخص بلکہ قوم کی کثیر تعداد جو آنحضرت ﷺ کو آخری نبی تو مانتی ہے لیکن اُن کے احکام اور تعلیم سے یکسر غافل ہے، بلکہ باغی ہے اور اس کے مقابلے میں ایک شخص یا گروہ، بقول آپ کے آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا لیکن ان کی تعلیم پر حتی الوسع عمل کرنے کی سعی کرتا ہے تو آپ کے نزدیک اعمال میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا زیادہ گستاخ ہے یا وہ شخص جو علم اور عقیدہ رکھنے کے باوجود ہر اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ نے سخت ممانعت کی ہے؟ امید ہے اس مسئلے پر گفتگو جاری رہے گی۔

والسلام دعا گو رشید ارشد

غیر احمدی مکتوب نویس کا جواب

رشید ارشد صاحب

آپ کا استفسار پڑھ کر شدید حیرت اور تاسف ہوا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ''اتنے اہم مسئلے پر قرآن کریم میں کوئی تو اشارہ ہوگا۔'' مجھے آپ کے استفسار پر تعجب اس لئے ہوا کہ آپ ہی نے فرمایا تھا کہ آپ اس مسئلے پر اچھی طرح تحقیق فرما چکے ہیں۔ غالباً آپ میری علمیت کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ مجھے اپنے علم کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں لیکن جب کوئی بات قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں واضح طور پر بیان کی جا چکی ہو تو مزید بحث و تحقیق کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ قرآن کریم کی تمام آیات کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں اور ان آیات کی جو معروف تفاسیر لکھی گئی ہیں ان سے کس حد تک اتفاق کرتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ نبی کریم محمد ﷺ کے بعد جتنے افراد نے نبوت کا دعویٰ کیا ان کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے اور آپ کے مسلک کے نہ ماننے والے اربوں مسلمانوں کے ایمان اور آخرت میں ان کی نجات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے نبی کریم محمد ﷺ کو آخری نبی ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے اعمال کا موازنہ فرمایا ہے۔ عرض ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک، نبی کریم محمد ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرنا مسلمان ہونے کے لئے لازمی شرائط میں سے ایک ہے۔ اس لازمی شرط کو پورا کئے بغیر امتحانی پرچہ حل نہیں ہوتا۔ رہا سوال محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرنے والوں کے اعمال کا تو وہ اللہ تعالیٰ کی سخت باز پرس سے بچ نہ سکیں گے۔ یہ ان کا معاملہ ہے جس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ ہر فرد کو اپنی قبر میں جانا ہے اور اپنا نامۂ اعمال خود اٹھانا ہے۔ بہر حال قرآن کریم کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر چالیس پیش خدمت ہے۔ **ماکان محمد اَبَآ احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیّین۔** متعدد صحیح اور مستند احادیث نبوی ﷺ بھی دستیاب ہیں جن میں نبی کریم محمد ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ آخری نبی ہیں۔ آپ صحاح ستہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم آپ ان میں سے کسی سے بھی اتفاق رکھتے ہیں یا نہیں۔ بہر حال میں آپ تک دعوت الی الصراط مستقیم پہنچا رہا ہوں، اس لئے بھی کہ آپ سے دلی وابستگی رہی اور آپ کی پُر مزاح تحریروں نے مجھے مسرت بخشی اور مجھے شدید فکر و پریشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عقیدے کی بنا پر آپ سے ناراض ہوگا اور یہ بات واضح ہے کہ جن لوگوں سے اس کائنات کا مالک ناراض ہو جاتا ہے انہیں سخت سزا بھگتنی پڑے گی، اور میں اس سزا کے تصور سے کانپ اٹھتا ہوں۔ میں اب اس بحث کا اختتام کر رہا

ہوں اور آپ کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے ہم مسلک افراد کو ہدایت عطا فرمائے اور پھر آپ سے راضی ہو جائے۔

نام۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خاکسار کا جواب

مکرمی و محترمی۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کے خط کا عنوان اختتامِ بحث ہے لیکن چوں کہ آپ نے چند سوالات اٹھائے ہیں بلکہ خاکسار کو مخاطب کرتے ہوئے، اس لئے جواب دینا فرض سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد اگر آپ کی یہی خواہش ہے کہ مزید خط و کتابت بند کر دی جائے تو میں آپ کی خواہش کا احترام کروں گا۔ اگرچہ تلاشِ حق جاری رہنی چاہیے۔

اربوں مسلمانوں کے بارے میں کیا رائے دوں جب کہ قرآن کریم کا حکم موجود ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 25 میں ایمان کے ساتھ نیک اعمال کی شرط عائد کر دی گئی ہے اور ایسے لوگوں ہی کے لئے جنت کی بشارت ہے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔ لیکن آپ اعمال سے زیادہ عقیدے پر زور دے رہے ہیں۔ اربوں مسلمانوں میں سے میرے عقیدے کو نہ ماننے والوں کے بارے میں عرض ہے کہ مہدیٔ آخرالزماں کی آمد میرا ہی نہیں، آپ کا اور اربوں مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ اگر وہ امام آجائے جس کا آپ کو اور اربوں مسلمانوں کو انتظار ہے اور آپ اس امام کو تسلیم کر لیں اور میں نہ کروں تو آپ کی میرے بارے میں کیا رائے ہوگی؟

اس کے بعد یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس سارے قرآن کریم پر ایمان ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اور جو خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق لوح محفوظ ہے اور اس میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور اس حقیقت کا مغربی محققین کو بھی اعتراف ہے۔ احادیث کے بارے میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو حدیث قرآنی تعلیم کی نفی کرتی ہے (ضعیف حدیث) اس پر ایمان لانے والے کو سوچنا چاہیے کیونکہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور احادیث ہدایت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے فرمان اور اسوہ کو انسانی یادداشت کے ذریعہ جمع کیا گیا ذخیرہ ہے۔ میں اپنے مسلک کے حق میں احادیث کے کئی حوالے پیش کرتا لیکن خط طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اگر آپ اس سلسلے کو آگے بڑھانا چاہیں تو انشاء اللہ ضرور پیش کروں گا۔

سورۃ الاحزاب کی آیت جو آپ نے نقل کی ہے اس میں تو آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہیں کہا گیا۔ خاتم النبیین کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا ترجمہ نبیوں کی مہر ہے، آخری نبی نہیں۔ سعودی عرب میں شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس میں شائع ہونے والے قرآن کریم میں یہی معنی درج ہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو عامۃ المسلمین کا یہ عقیدہ کس بنیاد پر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آئیں گے۔ اور اگر کل کوئی شخص کھڑا ہو کر یہ کہہ دے کہ وہی وہ نبی ہے جس کا آپ کو صدیوں سے انتظار ہے تو آپ کس پیمانے سے اس کی صداقت کو تسلیم کریں گے؟ اور کیا یہ عجیب بات نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کو تو اپنی بعثت کے دوران خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی بر وقت ہوتی آئی لیکن اگر حضرت عیسیٰ دوبارہ نازل ہوئے تو وحی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے عقیدے کے مطابق جب امام مہدی آئیں گے تو آپ ان کو کس طرح پہچانیں گے۔ اور جو شخص بھی یہ دعویٰ کرے گا کیا وہ اپنی طرف سے ہی کہہ دے گا کہ وہ امام مہدی ہے یا خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی پانے پر؟ وحی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے سب سے بڑا انعام ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیہ کا مظہر ہے۔ وحی سے انکار اس امر کا اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ اب الرحمٰن نہیں رہا یا اب کلام نہیں کر سکتا۔ انعمت علیہم اور مغضوب علیہم کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

آپ نے فرمایا ہے "عرض ہے کہ جمہور علما کرام کے نزدیک نبی کریم محمد ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرنا مسلمان ہونے کے لیے لازمی شرائط میں سے ایک ہے۔ اس لازمی شرط کو پورا کئے بغیر پر چہ حل نہیں ہو سکتا۔" یہاں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمان ہونے کی جو شرط عائد کی تھی وہ صرف لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھی۔ جو شخص بھی اسلام میں داخل ہوا یہی کلمہ پڑھ کر ہوا اور جس نے داخل ہونے کی خواہش کی اسے یہی کلمہ پڑھنے کو کہا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے تو کسی سے یہ اضافی اقرار نہ لیا جسے آپ لازمی شرط قرار دے رہے ہیں۔ یہ تاریخی واقعہ آپ نے بھی کئی بار پڑھا اور سنا ہوگا کہ ایک جنگ کے موقع پر ایک مسلمان کسی کافر کو قتل کرنے لگا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسے قتل کر دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو سخت رنج ہوا اور صحابی کو سرزنش کی۔ صحابی نے جواب دیا کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کروں یا علماء کی۔ وہ علما جو کسی استثناء کے بغیر ایک دوسرے کو (اور ان کے مقلدین کو) تحریری فتاویٰ کے ذریعے کافر قرار دے چکے ہیں۔ (دیو بندی، بریلوی، اہلِ حدیث، شیعہ وغیرہ۔ دستاویزی اور ویڈیو ثبوت موجود ہیں)۔ بحث مباحثہ میں ایک دوسرے کے خلاف تہذیب سے گری ہوئی اور بعض دفعہ بازاری زبان بھی استعمال کرتے ہیں۔

آپ نے یہ سوال بھی کیا ہے کہ میرا ان جھوٹے نبیوں کے بارے میں کیا عقیدہ ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمیں اس مسئلے پر بھی قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ سورہ الحاقہ میں فرمایا ہے: (ترجمہ) "اور اگر یہ شخص ہماری طرف سے جھوٹا الہام منسوب کر دیتا تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور رگِ جان کاٹ دیتے۔ اور تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو درمیان میں حائل

ہو کر اسے بچا سکے۔'' کوئی شخص اگر چالیس سال کی عمر میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور تمام مخالفتوں کے باوجود 73 سال کی عمر تک اپنے مشن کو چلانے کی مہلت ملتی ہے اور سو سال کے عرصے میں اس کے ذریعے لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کرنے والے دنیا کے کونے کونے میں پائے جاتے ہوں تو قرآن کریم کے قائم کئے ہوئے معیار کے مطابق ہمارے لئے کون سا راستہ رہ جاتا ہے۔ یہ بھی عرض کروں کہ جب بھی کوئی مامور من اللہ آتا ہے، اکثریت مخالفت کرتی ہے۔ تضحیک، بہتان، اتہام، الزام تراشی اور ایذا کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

آپ نے مجھ سے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا بھی پوچھا ہے۔ جھوٹے دعویداروں کو اور ان کے دعاوی کو دنیا بھول جاتی ہے لیکن سچوں کی مخالفت جاری رہتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے پیغام، ان کی ذات اور قرآن کریم پر اب بھی بڑے زور وشور سے مخالفت اور اتہام کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت عیسیٰؑ جیسے تنہا، مسکین، بے ضرر اور معصوم شخص سے روم جیسی عالمی طاقت اور یہودیوں کی حکومت اور اکثریت کو کیا خطرہ تھا؟ یہ اس لئے کہ یہ خوف ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے کہ ان کی بادشاہت کا خاتمہ کرنے والا آچکا ہے۔ اور یہ بھی نبیوں کی سچائی کی ایک دلیل ہے۔

حقیقت یہ ہے حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر اٹھائے جانا دراصل عیسائی عقیدہ ہے جو مسلمانوں میں اس وقت سرایت کر گیا جب عیسائی ریاستوں میں عیسائیوں نے تیزی کے ساتھ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کے زندہ اٹھائے جانے کا عقیدہ اپنے ساتھ لائے۔ کلام پاک کی آیت ''ہر نفس موت کا ذائقہ چکھے گا'' اور ''میں تجھے موت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا (درجات بلند کروں گا)'' بھی اس امر پر گواہ ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے تحت فوت ہو چکے ہیں۔ اگر یہ تصور کیا جائے کہ دوبارہ نازل ہونے کے بعد وفات دی جائے گی تو آیت میں پہلے رافعک آتا اور بعد میں متوفیک۔

امام مہدی کے ظہور کا مسئلہ بھی متعلقہ ہے اس لئے اس پر بھی بات ہو جائے۔ عامۃ المسلمین کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے ساتھ امام مہدی بھی آئیں گے اور تلوار ہاتھ میں لے کر کفار کا قتلِ عام کریں گے۔ احادیث میں صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا بھی ذکر ہے۔ صلیب کے توڑنے کا مطلب عیسائیت کے اثر کو توڑنا ہے اور خنزیر کے قتل سے مراد ان قوموں کے خلاف جہاد ہے جن میں خنزیر جیسی خصلتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ورنہ کسی مجدد یا مہدی کے لئے یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ وہ تلوار ہاتھ میں لے کر ساری دنیا کو یا تو قتل کر دے گا یا بزور طاقت مسلمان بنا لے گا۔ اور ایسے ہی بے شمار صلیبوں کو توڑتا پھرے گا جو ہر عیسائی گھرانے یا چرچوں میں موجود ہیں اور جنگلوں میں خنزیر کو قتل کرتا پھرے گا۔ اگر دین کو پھیلانا ایسا ہی آسان ہوتا تو یہ حضرت محمد ﷺ کے وقت میں کیوں نہ ہوا۔ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے تو ایسی تکلیفیں اٹھائیں کہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ امت کے لئے غم کرتے تھے۔ سجدوں میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ صحابہ کی اخلاقی تربیت کا مجاہدہ کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اور حضرت عیسیٰؑ نے کئی باتیں استعاروں میں اور مثالیں دے کر بیان کی ہیں۔ قرآن کریم میں بھی ذکر ہے کہ ہم مثالیں دے کر بات کو بیان کرتے ہیں لیکن پھر بھی لوگوں کو سمجھنے میں غلطی لگی۔

میرا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی نبیوں کی مہر، نبیوں کی تصدیق کرنے والے۔ وہ آخری شریعت لے کر آئے ہیں۔ قرآن کریم مکمل تعلیم ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ میرا کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس امام مہدی کی خوش خبری حضرت محمد ﷺ نے دی تھی وہ آچکا ہے۔ اور اس نے صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کی بنیاد رکھ دی ہے اور یہ کام جاری ہے۔ وہ اپنے دل میں اسلام کا سچا درد رکھنے والا ہے اور حضرت محمد ﷺ کا عاشقِ صادق ہے۔ اس کی بعثت حضرت محمد ﷺ کی غلامی میں ہے تاکہ امت میں جو کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں ان کو دور کر سکے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تکمیل کر سکے۔ اس نے حضرت محمد ﷺ کی شان میں عربی، فارسی اور اردو میں کئی بے مثال قصیدے لکھے ہیں جن سے حضرت محمد ﷺ سے اس کی سچی محبت عیاں ہوتی ہے۔ جب اس نے دعویٰ کیا تو ہندوستان میں انگریزی حکومت کی سرپرستی میں عیسائیت تیزی سے پھیل رہی تھی اور آریہ سماج اور دیگر متعصب ہندو جماعتیں مسلمانوں کے خلاف سرگرمِ عمل تھیں۔ اس شخص نے ان کے خلاف جو جہاد کیا اس کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کا بیان اس ویڈیو پر ملاحظہ کریں:

http://www.youtube.com/watch?v=InDXUOglja4

اگر مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام مہدی ضرور آئے گا تو جب کوئی شخص امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کی مخالفت کی بجائے مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ اس کے بارے میں مکمل تحقیق کریں اور جو بھی اس پر اعتراضات ہوں ان کے بارے میں سوال کریں۔ اگر وہ شخص جس کا آپ کو انتظار ہے آ جاتا ہے تو میرا بھی یہ فرض ہوگا کہ اس کے بارے میں تحقیق کروں۔ میں پہلے ہی آپ کا بہت وقت لے چکا ہوں۔ اگر آپ مزید استفسار کرنا چاہیں تو اپنے علم کے مطابق جواب دینے کی کوشش کروں گا۔ www.Alislam.org پر مختلف لنکس ہیں جہاں پر آپ کو کئی سوالات کے جواب مل جائیں گے۔

پاکستان کے علماء کا مشترکہ دعویٰ تھا کہ اگر قادیانیوں (احمدیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے تو مسلمانوں کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ شاید آپ بھی اتفاق کریں کہ جب سے احمدیوں کے خلاف شدت سے تحریک چلائی گئی جو 1974ء

میں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر منتج ہوئی، مسلمانوں کے مسائل، خصوصاً پاکستان کے مسائل پہلے سے بہتر نہیں ہیں۔ اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ اگر ہم اپنے اپنے عقیدے پر بھی قائم رہیں تو بھی تنگ نظری اور تعصب سے بالاتر رہنا چاہیے۔ اسلامی معاشرے اور قومی ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ ہمیں مسلمانوں کے سب فرقوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے محبت سے پیش آنا چاہیے کہ سب ربّ العالمین کی مخلوق ہیں اور رحمت اللعالمین ﷺ نے رواداری کا جو سبق دیا ہے اس پر عمل کرنے پر ہی ہماری فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام، دعا گو رشید ارشد

غیر احمدی مراسلہ نگار کا آخری خط

رشید ارشد صاحب

میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے وقت نکال کر اپنے مسلک کے حق میں دلائل تحریر کئے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ اپنے مسلک کے معاملے میں راسخ العقیدہ ہیں۔ آپ کے نزدیک مستند احادیث نبوی ﷺ کے ذخیرے کی کوئی اہمیت نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ آپ کے دلائل سے بہت سے اختلافات کے باوجود آپ سے بحث کو طول نہ دیا جائے۔ آپ اپنے عقیدے کو درست سمجھتے ہیں اور آپ کے خیال میں اخروی نجات اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اسی عقیدے پر عمل پیرا ہونے میں ہے تو آپ بااختیار ہیں۔ میں نے تو آپ تک دعوتِ صراطِ مستقیم پہنچا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہدایت عطا فرمائے، اُس عقیدے کو اپنانے کی توفیق دے جو اللہ کو محبوب اور مطلوب ہے اور پھر اپنے غضب سے محفوظ رکھتے ہوئے اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائے۔ مجھے ان دعاؤں کی قبولیت کی امید ہے، جس کے بعد انشاء اللہ آپ میرے لیے حسبِ سابق، بلکہ اُس سے بڑھ کر ''محبی ومحترمی'' ہو جائیں گے!

نام۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''یاد رکھیں وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ وہ آج بھی اپنے پیارے مسیح کی اس پیاری جماعت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے وہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ آج بھی اسی طرح اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نوازرہا ہے جس طرح پہلے وہ نوازتا رہا ہے اور انشاء اللہ نوازتا رہے گا۔ پس ضرورت ہے تو اس بات کی کہ کہیں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کر کے خود ٹھوکر نہ کھا جائے۔ اپنی عاقبت خراب نہ کر لے پس دعائیں کرتے ہوئے اور اس کی طرف جھکتے ہوئے اس کا فضل مانگتے ہوئے ہمیشہ اس کے آستانہ پر پڑے رہیں اور اس مضبوط کڑے کو ہاتھ ڈالے رکھیں تو پھر کوئی بھی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے، آمین''

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 21 مئی 2004ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

''پہلے سلسلہء خلافت کی ایک شاخ تو جو بعد نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ خلفا و مجدّدین پر مشتمل تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ختم ہوگئی۔ اگلی صدی کے مجدد کی ہر ایک کو تلاش کرنی چاہیئے لیکن ہر آنے والی صدی کے سر پر جو شخص مجدد کی تلاش میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جو آخری ہزار سال کے مجدد ہیں) کے علاوہ کوئی ایسا چہرہ دیکھتا ہے جو آپ علیہ السلام کے خلیفہ کا نہیں، آپ علیہ السلام کے ظلّ کا نہیں وہ سچے مجدد کا چہرہ نہیں دیکھتا لیکن پہلے سلسلہء خلافت کی دوسری شاخ اور وہ بھی خلافت راشدہ کا حصہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اظلال کی شکل میں جاری ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں تم اعمال کی اور اعمال صالحہ کی شرط پوری کرتے رہنا تمہیں قدرت ثانیہ کے مظاہر یعنی خلافت راشدہ کا اللہ تعالیٰ قیامت تک وعدہ دیتا ہے۔ خدا کرے کہ محض اسی کے فضل سے جماعت عقائد صحیحہ اور پختہ ایمان اور طیب اعمال کے اوپر قائم رہے تا کہ اس کا یہ وعدہ قیامت تک جماعت کے حق میں پورا ہوتا رہے۔''

(اختتامی خطاب سالانہ اجتماع انصار اللہ 27 اکتوبر 1968۔ ماھنامہ انصار اللہ ربوہ فروری 1969ء)

منظوم کلام

حضرت مصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

اک طرف تیری محبت اک طرف دُنیا کا درد　　دل پھٹا جاتا ہے سینے میں ہے چہرہ زرد زرد
ہیں لگے رہتے دعاؤں میں وہ دن بھی رات بھی　　ہیں زمین و آسماں میں پھر رہے وہ رَہ نوَرد
تیرے بندے اے خُدا سچ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

جن کو بیماری لگی ہے وہ ہیں غافل سو رہے　　پر یہ ان کی فکر میں ہیں سخت بے کل ہو رہے
ایک بیماری سے گھائل ایک فکروں کا شکار　　دیکھیئے دُنیا میں باقی یہ رہے یا وہ رہے
تیرے بندے اے خُدا سچ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

بادۂ عرفاں سے تیری ان کے سر مخمور ہیں　　جذبہء الفت سے تیرے ان کے دل معمور ہیں
ان کے سینوں میں اُٹھا کرتے ہیں طوفاں رات دن　　وہ زمانہ بھر میں دیوانے ترے مشہور ہیں
تیرے بندے اے خُدا سچ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

طاقت وقُوّت کے مالک انکا مُنہ کرتے ہیں بند　　دین کی گدّی کے وارث پھینکتے ہیں ان پہ گند
وہ ہر اک صیّاد کے تیروں کا بنتے ہیں ہدف　　جس کا بس چلتا ہے پہنچاتا ہے وہ ان کو گزند
تیرے بندے اے خُدا سچ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

فکرِ خود سے فکرِ دُنیا کے لئے آزاد ہیں　　شاد کرتے ہیں زمانہ بھر کو خود ناشاد ہیں
دُنیا والوں کی نظر میں پھر بھی ٹھہرے ہیں حقیر　　ہیں گُنہ لازم مگر سب نیکیاں برباد ہیں
تیرے بندے اے خُدا سچ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

بند کر کے آنکھ دُنیا کی طرف سے آج وہ　　رکھ رہے ہیں تیرے دیں کی سب جہاں میں لاج وہ
تیری خاطر سہہ رہے ہیں ہر طرح کی ذلّتیں　　پر ادا کرتے نہیں شیطاں کو ہرگز باج وُہ
تیرے بندے اے خُدا سچ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

حضرت مصلح موعودؓ اور استحکام خلافت

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت عظیم الشان اور بلند مقام کا اظہار آپ کے ایک اہم کارنامہ جماعت میں خلافت حقہ اسلامیہ کی وضاحت اور اسکے استحکام سے ہوتا ہے جن حالات میں آپ خلیفہ منتخب ہوئے وہ کئی لحاظ سے انتہائی نازک اور سخت مشکلات سے پر تھے بے پناہ ذمہ داریاں کمزور صحت، شدید مخالفت اور محنت ایسے حالات میں مفوضہ فرائض سے باحسن وجوہ عہدہ برآ ہونا اور اصل مقصد سے توجہ ہٹانے والی مختلف النوع الجھنوں سے اپنا دامن بچا کر چلنا یہ کارنامہ خداوند تعالیٰ کی خاص نصرت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ یہ نصرت کیسے حاصل ہو؟ اس کا طریق کیا ہو؟ اس کے متعلق کافی عرصہ پہلے بذریعہ رویا آپ کو بتا دیا گیا تھا۔ چنانچہ 1913ء میں جب آپ شملہ میں قیام فرما تھے۔ آپ نے ایک رویا دیکھا جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

میں نے دیکھا کہ کوئی بہت بڑا اور اہم کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے راستہ میں مشکلات کے پہاڑ ہیں میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تمہیں پتہ ہے اس کام کی تکمیل کے راستہ میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ یہ راستہ بڑا خطرناک ہے اس میں بڑے مصائب اور ڈراؤنے نظارے ہیں ایسا نہ ہو تم ان سے متاثر ہو جاؤ اور منزل پر پہنچنے سے رہ جاؤ اور پھر کہا کہ میں تمہیں ایسا طریق بتاؤں جس سے تم محفوظ رہو میں نے کہا ہاں بتاؤ۔ اس پر اس نے کہا کہ بہت بھیانک نظارے ہوں گے مگر تم ادھر ادھر نہ دیکھنا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہونا ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتے ہوئے سیدھے چلے جانا ان بھیانک آوازوں کی غرض یہ ہوگی کہ تم ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ اگر تم ان کی طرف متوجہ ہو گئے تو اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہ جاؤ گے۔ اس لئے اپنے کام میں لگ جاؤ چنانچہ میں جب چلا تو میں نے دیکھا کہ نہایت اندھیرا اور گھنا جنگل تھا اور ڈر اور خوف کے بہت سے سامان جمع تھے۔ اور جنگل بالکل سنسان تھا جب میں ایک خاص مقام پر پہنچا جو بہت ہی بھیانک تھا تو بعض لوگ آئے اور مجھے تنگ کرنا شروع کیا تب مجھے معاً خیال آیا کہ فرشتہ نے مجھے کہا تھا کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتے ہوئے چلے جانا۔ اس پر میں نے ذرا بلند آواز سے یہ فقرہ کہنا شروع کیا اور لوگ چلے گئے اس کے بعد پھر پہلے سے بھی زیادہ خطرناک راستہ آیا اور پہلے سے بھی زیادہ بھیانک شکلیں نظر آنے لگیں حتیٰ کہ بعض سر کٹے ہوئے جن کے ساتھ دھڑ نہ تھے۔ ہوا میں معلق ہوئے سامنے آئے اور طرح طرح کی شکلیں بناتے اور منہ چڑاتے مجھے غصہ آتا! لیکن معاً فرشتہ کی نصیحت یاد آجاتی اور میں پہلے سے بھی بلند آواز سے ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہنے لگتا اور پھر وہ نظارہ بدل جاتا یہاں تک کہ سب بلائیں دور ہو گئیں۔ اور میں منزل مقصود پر خیریت سے پہنچ گیا۔

یہ ایک پیش خبری تھی اور پھر جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو سب سے پہلی مشکل جو آپ کے سامنے آئی وہ جماعت کے بعض افراد کی مخالفت تھی آپ کو اس بات سے طبعاً گھبراہٹ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت میں کس قسم کا اختلاف پیدا ہو۔ اور وہ جنہوں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ مل کر کام کیا ہے ان میں سے کوئی کسی وجہ سے جماعت کی برکات سے محروم ہو جائے۔ یہ لوگ جو آج خلافت کا انکار کر رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہے تھے آپ کے پاس بیٹھے تھے آپ کی باتیں سنی تھیں۔ آپ سمجھتے تھے ان لوگوں کی علیحدگی اپنے جسم کے ٹکڑے الگ کرنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے لیکن دوسری طرف نظام خلافت کو قائم و دائم رکھنے کا سوال تھا جو جماعتی اتحاد کی جان اور آپ کے عقیدہ کے مطابق عین دینِ اسلام تھا اور یہ لوگ اس بنیادی اور مذہبی عقیدہ کے خلاف کوشاں تھے۔ اور اس کی جڑیں کاٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ تاہم جماعت کے اصرار کی بنا پر جب حالات و واقعات نے خلافت کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈال دیا تو آپ نے پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ان فرائض کی بجا آوری کے لئے کمر ہمت باندھ لی جو اس اہم عہدہ پر متمکن ہونے کی وجہ سے آپ پر عائد ہوئے تھے سب سے پہلا مرحلہ جماعتی اتحاد کو قائم رکھنے اور احمدیوں کے اعتماد کو بحال کرنے کا تھا بعض بااثر عناصر کی مخالفت کی وجہ سے آپ کا یہ فکر بے جا نہ تھا کہ جماعت کا سوادِ اعظم ان لوگوں کے وسیع پروپیگنڈا سے کہیں متاثر نہ ہو جائے اس لئے عام احمدیوں کے سامنے اصل حالات کی وضاحت وقت کا اہم ترین اور فوری تقاضہ تھا تاکہ جماعت کے ان دھاگوں کو منتشر ہونے سے بچایا جائے اور ایک مضبوط رسی کی

صورت میں ان کو مجتمع رکھا جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان چنیدہ موتیوں کو حسب سابق خلافت کی خوبصورت مالا میں پروئے رہنے کا شرف حاصل رہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اس اہم کام کی طرف توجہ دی آپ کے ارشاد کے ماتحت اخباروں، رسالوں اور اشتہاروں کے ذریعہ اصل صورتحال کی وضاحت کی گئی اس کے علاوہ جماعت کے صاحبِ علم بزرگوں کو ملک کے چاروں اطراف میں پھیلا دیا گیا تا کہ وہ بیرونی جماعتوں کے سامنے صورت مسئلہ کی وضاحت کریں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم بتا کر اختلافی مسائل کی حقیقت سے ان کو آگاہ کریں۔ یہ کام مشکل بھی تھا اور خطرناک بھی یہ ایک قسم کی رسہ کشی کا نظارہ پیش کرتا تھا۔ بے پناہ اثر کے مقابلہ میں خلوص اور مولا کریم پر توکل نے کئی معرکے جیتے اہل حق کو چپہ چپہ اور بالشت بالشت کے لئے روحانی اور علمی جنگ لڑنا پڑی۔ یہ دن بہت ہی عجیب وغریب تھے اہل حق اور اہل تفریق کی روحانی جنگ کا یہ نظارہ جیسے جیسے اس میں اپنے تقویٰ اور ظرف کے مطابق روحانی اور علمی ہتھیار استعمال کئے گئے۔ وہ دیکھنے اور سننے والوں کو کبھی نہیں بھول سکتے جہاں ہر مخلص احمدی جوش سے بھرا ہوا اور اپنے علم اور روحانی استعداد کے مطابق دلائل حقہ کی تلاش میں دن رات ایک کئے ہوئے تھا۔ وہاں اپنے ماضی کو بھولنے والے کئے گئے عہد کو توڑنے والے حق کو مٹانے اور ذاتی اقتدار کے لئے پاؤں جمانے کی کوشش کرنے والے جو کچھ کر رہے تھے وہ بھی ناقابل فراموش واقعہ تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے چھوٹے پیمانہ پر بالکل وہی حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں باغی عنصر نے پیدا کردیئے تھے لیکن آخر الامر حق کے مقابلہ میں باطل نے شکست کھائی اور چند ماہ شب وروز کی محنت اور جدوجہد کے بعد قادر مطلق خدا نے اپنے خلیفہ برحق کو فتح مبین عطاء کی۔

ان ابتدائی کوششوں کے بعد خلافت کے استحکام کے سلسلہ میں علمی اور عملی تاریخی اور واقعاتی غرض ہر لحاظ سے اس مسئلہ کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ضرورتِ خلافت، منصب خلافت اور صدر انجمن احمدیہ، انتخاب خلفاء، کیا خلفاء کا عزل جائز ہے۔ خلافت کب تک، خلیفہ کی اطاعت اور جماعت غرض ہر پہلو کو آپ نے مختلف مواقع پر اتنا واضح اور مبرہن فرمادیا کہ جماعت احمدیہ بفضل تعالیٰ خلافت کے ایک مضبوط اور مستحکم تر قلعہ کے اندر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی۔ خلافت کب تک کے سلسلہ میں جماعت کی ذمہ واریوں کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

''**خلیفہ** کا انتخاب ظاہری لحاظ سے بیشک تمہارے ہاتھوں میں ہے تم اس کے متعلق دیکھ سکتے ہو اور غور کرسکتے ہو مگر باطنی طور پر یہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور جب تک تم لوگ اپنی اصلاح کی فکر رکھو گے ان قواعد اور اصول کو نہ بھولو گے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ضروری ہیں تم میں خدا تعالیٰ **خلیفہ** مقرر کرتا رہے گا اور اسے وہ **عصمت** حاصل رہے گی جو اس کام کے لئے ضروری ہے پس خلافت کے قائم رہنے یا چھن جانے کا تعلق مسلمانوں کے اپنے اعمال سے ہے کیونکہ خلافت راشدہ اللہ تعالیٰ کی ایک **موعود نعمت** اور برکت ہے جو خود مسلمانوں کے اختیار و انتخاب کے ذریعہ ان کو ملتا ہے۔

اس لئے اس کا دوام اور اس کے زمانہ کی لمبائی مومنوں کے اپنے اخلاص اور ان کی دینی سوجھ بوجھ اور صلاحیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ مسلمان جب تک سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے، عمل صالح کرنے والے، خلافت کی قدر پہچاننے والے اور اس کے تقاضوں کے مطابق اتحاد و اتفاق کے لئے مثالی کردار ادا کرنے والے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت میں دوسروں کے لئے نمونہ بننے والے رہیں گے یہ موعود نعمت ان کو عطاء ہوتی رہے گی اور ان کے لئے رحمت کا یہ باب سینکڑوں ہزاروں سال تک کھلا رہ کر ان کی طاقت وسطوت کا موجب بنتا چلا جائے گا۔

☆......☆......☆

صد شکر ہے

صد شکر ہے۔ صد شکر ہے۔ صد شکر خدا کا
صد شکر ہے۔ تشریف یہاں لائے ہیں آقا
یہ کتنا حسیں قابلِ صد رشک ہے منظر
لگتا ہے اتر آیا ہے خود مولا زمیں پر
اک نازشِ صد شمس و قمر آج ہے مہماں
اللہ کی رحمت سے ہوئے دید کے ساماں
تشریف یہاں لائے ہیں آج حضرتِ مسرور
مولا نے بنایا ہے انہیں ناصر و منصور
جاں دے کے محمدؐ کا علم اُونچا کریں گے
ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں ہم ایک رہیں گے

امۃ الباری ناصر

منظوم کلام

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

تُو مرے دل کی شش جہات بنے　　اِک نئی میری کائنات بنے

سب جو تیرا ہے لاکھ ہو میرا　　تُو جو میرا بنے تو بات بنے

ہیچ ہے تجھ سے منقطع ہر ذات　　جس کا تُو ہو اُسی کی ذات بنے

عالمِ رنگ و بُو کے گل بُوٹے!　　خواب ٹھہرے، توہمات بنے

سادہ باتوں کا بھی ملا نہ جواب　　سب سوالات مظلمات بنے

یہ شب و روز و ماہ و سال تمام　　کیسے پیمانۂ صفات بنے!

ہوئی میزانِ ہفتہ کب آغاز؟　　کیسے دن رات سات سات بنے؟

عالمِ حَیرتی کے مَندِر میں　　کبھی بُت مظہرِ صفات بنے

کبھی مخلوق ہو گئی ہمہ اُوست　　آتِش و آب، عینِ ذات بنے

کتنے منصور چڑھ گئے سرِدار　　کتنے نعرے تعلّیات بنے

کتنے عُزّیٰ بنے؟ مٹے کے بار؟　　کتنے لات اُجڑے کتنے لات بنے

کتنے محمود آئے ، کتنی بار　　سومنات اُجڑے، سومنات بنے

جو کھنڈر تھے محل بنائے گئے　　کتنے محلوں کے کھنڈرات بنے

عالمِ بے ثبات میں شب و روز　　آج کی جیت کل کی مات بنے

تیرے مُنہ کے سُبک سُہانے بول　　دل کے بھاری معاملات بنے

دن بہت بے قرار گزرا ہے　　آ مرے چاند، میری رات بنے

نفرت ہمیں کسی سے نہیں پیار سب سے ہے

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد
arshimalik50@hotmail.com

مذہب کے نام پر جو زمانے میں جنگ ہے ہر ایک نیک روح بہت اس سے تنگ ہے
کیوں ہیں خداکے نام پہ خونخوار اس قدر اک دوسرے کی شکل سے بے زار اس قدر
حالانکہ انبیاء تو محبت ہیں پیار ہیں منزل ہے ایک راستے گرچہ ہزار ہیں
سب انبیاء پہ سنگ اُچھالے گئے بہت اپنے وطن سے گھر سے نکالے گئے بہت
سب میں خدائے پاک کا رنگِ ظہور تھا شمعیں جدا جدا سہی پر ایک نور تھا
تھے ایک راستے کے مسافر سب انبیاء اک دوسرے کے گویا برادر سب انبیاء
تھی روح ایک جسم مگر بے شمار تھے سب ہی خدائے پاک پہ دل سے نثار تھے
پیغام بر جدا سہی پیغام ایک ہے طرزِ عمل جُدا سہی پر کام ایک ہے
موتی یہ ایک لاکھ اور چوبیس ہیں ہزار پر جب لڑی میں بندھ گئے گویا ہیں ایک ہار
بتیس جیسے دانت ہیں پر کام ایک ہے اس طرح انبیاء کا بھی پیغام ایک ہے
گو سیب دیکھنے میں ہیں لگتے جدا جدا رس ان کا گر نچوڑو تو پھر ایک ہے مزہ
آنکھیں بہت ہیں نورِ بصارت تو ایک ہے روشن کہیں ہو آگ حرارت تو ایک ہے
کالی ہو آنکھ ، بھوری ہو نیلی کہ شربتی ہے کام کی تو صرف وہی جو ہو دیکھتی
یونہی تھے سب رسول و نبی عاشقِ خدا خلقِ خدا کے واسطے ہر آن تھے فدا
سو اُن کے عاشقوں کو یہی طرز ہے روا خوشبو خلوص و امن کی پھیلائیں جا بجا
ہرگز کرو نہ فرق کبھی انبیاء میں تم تب ہی قدم بڑھاؤ گے قربِ خدا میں تم
عرشی ہمیں تو سب سے یہ کہنا ادب سے ہے نفرت ہمیں کسی سے نہیں پیار سب سے ہے

جِم کا فلور

امتہ الباری ناصر

قصہ دلچسپ ہے جو آج سنانا ہے مجھے
اپنی سب بہنوں کو جی بھر کے ہنسانا ہے مجھے
فلور اس جم کا بہت کھر درا بیکار سا تھا
چلنا آسانی سے اس پہ بڑا دشوار سا تھا
چلتے چلتے کوئی بیچارہ پھسل جاتا تھا
چوٹ لگتی تھی کبھی خون نکل آتا تھا
لجنہ تو لجنہ ہے خدام بھی گر جاتے تھے
بوڑھے انصار بھی کچھ ڈر کے ادھر آتے تھے
بچے تو بھاگنے سے پہلے پھسل جاتے تھے
مائیں چیخیں بھی تو قابو میں کہاں آتے تھے
ایکسیڈنٹ جم میں کوئی جب بھی نیا ہوتا تھا
پریذیڈنٹ صاحب کو فلورنگ کا خیال آتا تھا
سب کو اصرار تھا ہر کام سے پہلے فلورنگ
بعد میں اور کوئی کام ہو پہلے فلورنگ
آخرِ کار بیچارے جم کو سجانے کے لئے
آ گئے رول نئے اس میں بچھانے کے لئے
جم میں اب ایک نئی شان نظر آتی ہے
جس طرف دیکھیں نئی جان نظر آتی ہے
ایسا لگتا ہے نیا کارپٹ بچھا ہو جیسے
نرم اتنا ہے کہ ویلویٹ سے بنا ہو جیسے
ہم نے مل جُل کے یہ اک بات تو اچھی کی ہے
کوَر کرنا کسی ننگے کو بڑی نیکی ہے

اب یہاں شادی بیاہ اور ولیمے ہوں گے
اب تو جم کے در و دیوار سجانے ہونگے
دلہن اب بیاہ کہ اس ہال سے رخصت ہو گی
اور بھی کئی تقاریب کی صورت ہو گی
ہیں سبھی جم کی فلورنگ پہ خوشی سے سرشار
مگر ہر ایک کے سر پر ہے یہ اک فکر سوار
اس فلورنگ کو حفاظت سے چلائیں کیسے
کٹنے پھٹنے کی مصیبت سے بچائیں کیسے
کھانا پانی نہ کبھی فرش پہ گرنے پائے
بہت سنبھال کے اب ہال میں پئیں چائے
اس فلورنگ کو وزن سے بھی بچانا ہوگا
موٹوں کو اپنا وزن کچھ تو گھٹانا ہوگا
اب کوئی ہیل نہ پہنے کہ وہ کُھب جائے گی
چند ہی دن میں فلورنگ یونہی پھٹ جائے گی
ہیل پہنے جو کوئی بیگ میں جوگرز لائے
عید کے جوڑے کے ہم رنگ سنیکرز لائے
بات ہے راز کی پر آپ سے پردہ کیا ہے
ہیل کی نوک سے ہر مرد کو ڈر لگتا ہے
کر و ایجاد طریقہ کہ جب ہم اس پہ چلیں
پاؤں نیچے نہ لگیں تھوڑے سے اوپر ہی رہیں
ہم کو پیاری ہے بہت اپنی یہ مسجد محمود
نام محمود ہے ہوں کام بھی اس میں محمود

ایک تازہ تحقیق اور چار ایمان افروز واقعات

عطاء المجیب راشد

20 مارچ 2012 کی اخبار روزنامہ ''جنگ'' لندن میں ایک تازہ تحقیق کی ایک مختصر رپورٹ شائع ہوئی ہے جو درج ذیل ہے:

لندن (جنگ نیوز) چہرے کے تاثرات انسان کے اندر کی حقیقت عیاں کرتے ہیں اور سائنس دان بھی اب اس سے متفق ہیں۔ ریسرچرز نے انسانی چہرے کے پانچ مسلز کا تجزیہ کیا جس میں لوگوں کے مختلف ردعمل اور غم وغیرہ کو بھی جانچا گیا۔ جھوٹ بولنے والوں کے چہرے کے تاثرات دوسروں سے مختلف تھے۔ ماہرین نفسیات نے مختلف ملکوں کے ٹیلی ویژن پر آنے والے 52 افراد کے چہروں کی حرکات کا باریک بینی سے تجزیہ کیا جن میں برطانیہ کے لوگ بھی شامل تھے۔ یہ افراد لاپتہ لوگوں کی واپسی کی اپیل کر رہے تھے ان میں سے نصف جھوٹ بول رہے تھے جن کو بعد میں قتل کے جرم میں سزائیں ہوئیں ریسرچرز کا کہنا ہے کہ ان میں 26 جھوٹے اور 26 سچے لوگ تھے اور یہ آسٹریلیا، کینیڈا، امریکہ، برطانیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ تمام جھوٹے افراد کو ان کے جسمانی (بشمول ڈی این اے شواہد) پر سزائیں ہوئیں۔ اس ریسرچ سے یہ ثابت ہوا کہ فرشتہ صفت چہرہ سچائی کا مظہر ہوتا ہے۔ جھوٹے اپنے چہرے کے تاثرات کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔

اس تحقیق کا لب لباب، مرکزی نقطہ اور ماحصل یہ فقرہ ہے:

''فرشتہ صفت چہرہ سچائی کا مظہر ہوتا ہے''

یہ رپورٹ پڑھ کر مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت زندگی کے چار واقعات یاد آ گئے جو آپ کی مقدس سیرت کے تابندہ گواہ بھی ہیں اور جن سے اس تازہ تحقیق کی تائید بھی ہوتی ہے۔ یہ واقعات احباب جماعت کے ازدیاد ایمان کے لئے، بغیر کسی مزید تبصرہ کے، درج ذیل کرتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دوسرے پڑھنے والوں کو بھی بصیرت اور فہم عطاء فرمائے۔ آمین

☆☆☆

جناب ابوسعید عرب صاحب اوّل اوّل ایک بڑے آزاد مشرب اور نیچریت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس کی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' نے انہیں سلسلہ کی طرف متوجہ کیا اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی محبت کا تخم آپ کے دل میں جما دیا۔ ان کی حضرت اقدس سے ایک گفتگو کا ذکر ملفوظات جلد نمبر چار میں ملتا ہے۔

''عرب صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک چینی آدمی کے روبرو میں نے آپ کی تصویر کو پیش کیا۔ وہ بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر بولا کہ یہ شخص کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے پھر میں نے اور تصاویر بعض سلاطین کی پیش کیں۔ مگر ان کی نسبت اس نے کوئی مداح کا کلمہ نہ نکالا اور بار بار آپ کی تصویر کو دیکھ کر کہتا رہا کہ یہ شخص ہرگز جھوٹ بولنے والا نہیں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ278)

☆☆☆

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ بیان کرتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کسی مقدمے کے واسطے میں ڈلہوزی پہاڑ پر جا رہا تھا راستہ میں بارش آ گئی میں اور میرا ساتھی یکہ سے اتر آئے اور ایک پہاڑی آدمی کے مکان کی طرف گئے جو راستہ کے پاس تھا۔ میرے ساتھی نے آگے بڑھ کر مالک مکان سے اندر آنے کی اجازت چاہی مگر اس نے روکا اس پر ان کی باہم تکرار ہو گئی اور مالک مکان تیز ہو گیا اور گالیاں دینے لگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں یہ تکرار سن کر آگے بڑھا۔ جونہی میری اور مالک مکان کی آنکھیں ملیں تو پیشتر اس کے میں کچھ بولوں اس نے اپنا سر نیچے ڈال لیا اور کہا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ میری ایک جوان لڑکی ہے اس لئے میں اجنبی آدمی کو گھر میں گھسنے نہیں دیتا مگر آپ بے شک اندر آ جائیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وہ ایک اجنبی آدمی تھا نہ میں اسے جانتا تھا اور نہ وہ مجھے جانتا تھا۔''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ6)

☆☆☆

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اپنی تقاریر کے مجموعہ ''سیرت طیبہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

غالباً 16-1915 کی بات ہے کہ قادیان میں آل انڈیا ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن کے سکیرٹری مسٹر ایچ۔ اے والٹر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ لاہور کے ایف سی کالج کے وائس پرنسپل مسٹر لوکاس بھی تھے۔ مسٹر والٹر ایک کٹر مسیحی تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک کتاب لکھ کر شائع کرنا چاہتے تھے۔ جب وہ قادیان آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ملے اور تحریک احمدیت کے متعلق بہت سے سوالات کرتے رہے اور دوران گفتگو کچھ بحث کا سا رنگ بھی پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے قادیان کے مختلف ادارہ جات کا معائنہ کیا اور بالآخر مسٹر والٹر نے خواہش ظاہر کی کہ میں بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے عقیدت مند کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ قادیان کی مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدیم اور فدائی صحابی منشی محمد اروڑا صاحب سے ان کی ملاقات کرائی گئی۔ اس وقت منشی صاحب مرحوم نماز کے انتظار میں مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ رسمی تعارف کے بعد مسٹر والٹر نے منشی صاحب سے دریافت کیا کہ:

'' آپ مرزا صاحب کو کب سے جانتے ہیں اور آپ نے ان کو کس دلیل سے مانا اور ان کی کس بات نے آپ پر زیادہ اثر کیا؟

منشی صاحب نے جواب میں بڑی سادگی سے فرمایا:

'' میں مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ سے پہلے کا جانتا ہوں میں نے ایسا پاک اور نورانی انسان کوئی نہیں دیکھا۔ ان کا نور اور ان کی مقناطیسی شخصیت ہی میرے لئے ان کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ ہم تو ان کے منہ کے بھوکے تھے۔''

یہ کہہ کر منشی صاحب حضرت مسیح موعود کی یاد میں بے چین ہو کر اس طرح رونے لگے کہ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی جدائی میں بلک بلک کر روتا ہے۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ یہ نظارہ دیکھ کر ان کا رنگ سفید پڑ گیا تھا اور وہ محو حیرت ہو کر منشی صاحب موصوف کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے اور ان کے دل میں منشی صاحب کی اس سادہ سی بات کا اتنا اثر تھا کہ بعد میں انہوں نے اپنی کتاب '' احمدیہ موومنٹ'' میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر کیا اور لکھا کہ:۔

'' مرزا صاحب کو ہم غلطی خوردہ کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص کی صحبت نے اپنے مریدوں پر ایسا گہرا اثر پیدا کیا ہے اسے ہم دھوکے باز ہرگز نہیں کہہ سکتے''

('' احمدیہ موومنٹ'' مصنفہ مسٹر ایچ۔ اے والٹر)

(سیرت طیبہ صفحہ141-140)

☆☆☆

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی روایت سے ایک اور ایمان افزا واقعہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی کتاب '' سیرت طیبہ'' میں صفحہ 142، 143 پر ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

'' حضرت مولوی سرور شاہ صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی اور جماعت احمدیہ کے ایک جید عالم تھے فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ مردان کا ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ کی طب کا شہرہ سن کر آپ سے علاج کی غرض سے قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا اور بمشکل قادیان آنے پر رضا مند ہوا تھا۔ اور اس نے قادیان آ کر اپنی رہائش کے لئے مکان احمدی محلّہ سے باہر لیا۔ جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے علاج سے اسے خدا کے فضل سے افاقہ ہو گیا اور وہ اپنے وطن واپس جانے کے لئے تیار ہوا تو اس کے ایک احمدی دوست نے اسے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعود کو تو دیکھنا پسند نہیں کیا مگر ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ وہ اس بات کے لئے رضا مند ہو گیا مگر یہ شرط کی کہ مجھے ایسے وقت میں مسجد دکھاؤ جب مرزا صاحب مسجد میں نہ ہوں چنانچہ یہ صاحب اسے ایسے وقت میں قادیان کی مسجد مبارک دکھانے کے لئے لے گئے جب نماز کا وقت نہیں تھا اور مسجد خالی تھی۔ مگر قدرت خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ادھر یہ شخص مسجد میں داخل ہوا اور ادھر حضرت مسیح موعود کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور کسی کام کے تعلق میں اچانک مسجد میں تشریف لے آئے۔ جب اس شخص کی نظر حضرت مسیح موعود پر پڑی تو وہ حضور کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی بے تاب ہو کر حضور کے قدموں میں آ گرا اور اسی وقت بیعت کر لی''

(سیرۃ المہدی حصہ اول روایت 73)

سردست ان چار واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔ حق تو یہ ہے کہ جیسے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے ایک عارفانہ شعر میں فرمایا ہے:

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

☆☆☆

میرا ایک یادگار مبارک سفر

صفیہ بیگم رعناء

دل میں بہت خواہش تھی کہ عرب کی سرزمین پر جاؤں اور خانہ کعبہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کروں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے میری آرزو سُنی اور اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا اور ہم نے مصمم ارادہ کرلیا کہ عُمرہ پرضرور جانا ہے۔ آخر وہ دن آ گیا 1992 جنوری میں مسقط عمان کا ٹکٹ لیا اور مسقط عمان ائیر پورٹ پر پہنچے۔ وہاں میرا بڑا بیٹا سردار اسد الزمان مقیم تھا۔ وہ اور اُس کی فیملی ائیر پورٹ پر موجود تھے اور انہوں نے ہمارا پُر تپاک استقبال کیا اور ہمیں گاڑی میں بٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ گھر بہت خوبصورت تھا اور اعلیٰ درجے کا فرنیچر تھا مسقط عمان میں میرا بیٹا سلطان قابوس کے ایک عزیز جو کہ بہت بڑا رئیس تھا اُس کی کمپنی میں چیف انجیئر تھا۔ میرے بیٹے نے الیکٹریکل انجیئر نگ اور کمیونیکیشن انجیئر نگ کی ہوئی تھی۔ وہ کمپنی کا ہیڈ تھا۔ اُسے ماشاللہ دو گاڑیاں، گھر، ڈرائیور اور نوکر وغیرہ سب کچھ اللہ کے فضل سے ملا ہوا تھا۔

بارہ دن مسقط عمان کی سیریں کیں بہت مزہ آیا۔ اس کے بعد ہم نے عمرہ کے لئے رختِ سفر باندھا اور اپنی وین میں بیٹھ کر میں، میرے میاں، میرا بیٹا اور اُس کی فیملی سفر پر روانہ ہوئے۔ ڈرائیو میرا بیٹا خود کر رہا تھا۔ بہت خوبصورت بڑی چوڑی سڑکیں تھیں۔ ایک طرف صحرا تھا اور دوسری طرف نیلگوں بحر بیکراں سمندر تھا۔ اللہ کا نام لیتے ہوئے دعائیں کرتے ہوئے پہلے ہم باڈر پر پہنچے وہاں ویزے لئے اور کاغذات ٹھیک کروا کر ایک ہوٹل میں چلے گئے کیونکہ رات ہو چکی تھی۔ صبح اُٹھے ناشتہ وغیرہ کر کے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ سفر بے حد خوش گوار تھا۔ لمبی چوڑی سڑک ریت کے ریگستان سے گزر رہی تھی۔ ریت کی لہریں ہوا سے سڑک پر ایک طرف سے دوسری طرف ہوا کے رخ پر رقصاں تھیں کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف چلی جاتیں ٹھنڈی ٹھنڈی سمندر کی ہواؤں سے اٹھکیلیاں کرتی ہوئی دوڑ رہی تھیں اور ایک عجیب خوش کن منظر پیش کر رہی تھیں۔ ریت اور پہاڑوں کا سلسلہ بھی دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک عجیب سماں نظر آتا تھا۔ کالے چٹیل پتھریلے پہاڑ تھے۔ ایک شعر یاد آ گیا:

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے، نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اِس سَر زمین سے آسمان بھی جھک کے ملتے ہیں

اِن پہاڑوں میں سونے کی کانیں بھی ہیں۔ چونکہ اب فروری کا مہینہ آ گیا تھا۔ موسم بہت خوشگوار تھا۔ ریت سونے چاندی کی طرح چمک رہی تھی۔ صبح نو بجے سے لیکر شام نو بجے تک ڈرائیو کر کے ہم کسی نہ کسی شہر میں پہنچ جاتے تھے اور کسی ہوٹل میں دو کمرے بُک کرتے اور آرام کرتے تھے۔ پھر دوسری صُبح ناشتے کے بعد نو بجے پھر اپنے سفر پر نکل جاتے۔

اُس ریگستان میں جگہ جگہ مسافروں کی سرائیں تھیں۔ مٹی سے بنے ہوئے کافی کشادہ کمرے بنے ہوئے تھے۔ وہاں دوپہر کو رُک کر لنچ کرتے اور ظہر عصر کی نمازیں پڑھتے قہوہ یا چائے پیتے۔ بڑے سے کمرے میں بڑی سی قالین بچھی ہوتی اور گول تکیئے رکھے ہوئے تھے۔ قالینوں پر دستر خوان بچھے تھے اور اُن پر ہر قسم کا خوشبودار اور مزیدار کھانا ہوتا تھا۔ بہت اچھی ہوا چلتی اور تھوڑی دیر ہم آرام کرتے بہت مزہ آتا صحراؤں میں بیٹھ کر قالینوں تکیوں سے ٹیک لگا کر عجیب سکون ملتا اور آرام کرنے کے بعد پھر سفر جاری کرتے۔ تین دن اور تین راتیں اِسی طرح میرے بیٹے نے گاڑی چلائی۔ میں کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اُسکے کندھے آہستہ آہستہ دبانے لگی کیونکہ کافی لمبا سفر تھا اور وہ اکیلا گاڑی میں چلانے والا تھا۔ میں نے کہا بیٹا تم تھک گئے ہو تو کہنے لگا نہیں امی جان میں نہیں تھکا بلکہ میں بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ اپنے ماں باپ کو جیسے کہ اپنے کندھوں پر بٹھا کر عمرہ کروا رہا ہوں۔ واقعی وہ ہمیں کندھوں پر بٹھا کر لے جا رہا تھا۔ چونکہ میرے بیٹے نے کئی عمرے اور حج بھی کیا ہوا تھا اِس لئے ہر جگہ اُسے بخوبی معلوم تھی۔ آخر جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو حضرت عائشہؓ کی مسجد میں گئے وہاں سب نے غسل کیا اور احرام باندھے اور دو نفل پڑھے۔

اور پھر مکہ مکرمہ یعنی خانہ کعبہ کی طرف چل پڑے۔ خانہ کعبہ کے ساتھ ہی پاکستانی ہاؤس ہوٹل تھا۔ وہاں پہلے سے کمرے بُک کرائے ہوئے تھے۔ وہاں جا کر قیام کیا اور پھر صُبح خانہ کعبہ کی طرف گئے۔ ایک بہت بڑے دروازے کے اندر پہنچے تو میری نظریں خانہ کعبہ پر ٹھہر گئیں اور بہت دیر تک میری آنکھیں خانہ کعبہ پر جم گئیں۔ اُس دوران میری ایک عجیب کیفیت تھی اور یہی دعا نکلی کہ اے خدا مجھے ایمان دے اور میں جو دعا تم سے مانگوں میری سب دعائیں قبول فرمانا۔ مجھے ایک سکتہ سا ہو گیا تھا۔ میرے سب ساتھی آخری سیڑھی کے پاس میرا انتظار کر رہے تھے جو ایک بڑے سے برآمدے کے پار تھیں۔ آخر مجھے آوازیں دے کر نیچے بلایا۔ بل آخر میں بھی اُن کے پاس آ گئی۔ خانہ کعبہ بہت بڑی جگہ کے درمیان واقع تھا اور سیڑھیوں کے نزدیک مقامِ ابراہیم بھی تھا۔ وہاں ایک چبوترہ پر شیشے میں بند حضرت ابراہیم کے پاؤں کے نقش تھے۔ وہاں دو نفل نماز ادا کئے اور طواف شروع کر

دیا۔ حجرِ اسود کو بوسے دیئے ملتزم کو پکڑ کر رورو کر دعائیں کیں۔ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں میں چکر لگائے۔ اِسی طرح کئی دن وہاں گزارے۔ آبِ زم زم کے چشمے دیکھے اور اُن کا پانی پیا۔ حضور ﷺ کا پیدائشی گھر دیکھا جہاں وہ دنیا میں تشریف لائے تھے جو کہ کچے پتھروں اور مٹی کا گھر تھا۔ بہت عقیدت ہوئی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ شہنشائے دوعالم اس مبارک جگہ دنیا میں تشریف لائے۔ قربان گاہ پر گئے، شیطان کو کنکر مارے، عرفات کا میدان دیکھا پھر کچھ دن مکہ مکرمہ میں رہنے کے بعد مدینہ منورہ کا سفر شروع کیا۔ عجیب جذبات تھے دنیا تو بھول چکی تھی ایک روحانی سماں تھا جو کہ میں بتا نہیں سکتی۔ سنگلاخ پہاڑ، ریگستانی علاقہ، سورج کی تپش میں کئی کئی میل چل کر جانا پڑتا تھا۔ بے آب و گیا ناہموار راستے اللہ کا محبوب صبر وعزم کا عظیم پیکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے میلوں میل چلتے تھے۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے ہوئے بہت تکلیفیں اُٹھائیں۔ اُن راستوں کو دیکھ کر اللہ کے رسول کی تکلیفیں یاد کر کے آنسوں اُمڈ اُمڈ کر بہہ رہے تھے۔ مکہ سے مدینہ تک دِل بہت دُکھی رہا کہ اللہ کے پیارے نے اپنی اُمت کے لئے کتنی تکلیفیں اُٹھائیں۔ آخر کار مدینہ پہنچے وہاں مسجد نبوی کے نزدیک پاکستان ہوٹل میں بکنگ کی ہوئی تھی۔

وہاں ہوٹل میں رات کو ٹھہرے اور مسجد نبوی کو دیکھ کر بہت خوشی محسوس ہوئی۔ مسجد نبوی میں، میرا بیٹا اور میرے میاں ہر روز صُبح تہجد پڑھنے جاتے اور نماز فجر پڑھ کر واپس ہوٹل میں آ کر ناشتہ وغیرہ کرتے پھر مسجد نبوی میں چلے جاتے۔ حضور ﷺ کی خوابگاہ بھی دیکھی اردگرد سونے کی جالیاں لگی ہوئیں تھیں۔ حضور کی خوابگاہ کے دونوں طرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی بھی خوابگاہیں ہیں۔ اُسی کے ساتھ سفید ستون ہیں جسکے درمیان بیٹھ کر نفل بھی پڑھے۔ اِسی طرح دس دن مدینہ میں رہے۔ وہاں جو خندقیں جنگِ خندق میں کھودی گئی تھیں اور چھوٹے چھوٹے مکان یا حجرے تھے میرے بیٹے نے ہمیں دکھائے۔ سب سے اوپر والا مکان حضُور ﷺ کا تھا پھر سلمان فارسیؓ اور پھر حضرت ابوبکرؓ کا تھا۔ اِسی طرح سب صحابہ کے تھے۔ وہاں پر مسجد میں نفل پڑھے۔ پھر میرے بیٹے نے مسجد قبلتین بھی دکھائی جہاں حضُور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تھا نماز میں قبلے کا رُخ بدلنے کا۔ بہت خوبصورت جگہ تھی وہاں نفل پڑھے۔ جنگ اُحد کے مقام پر بھی گئے جہاں حضور نے چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھ کر مجاہدوں کو خطاب کیا تھا۔ اُس پہاڑی پر بھی ہم گئے اور نوافل ادا کئے۔ اُحد کے مقام پر اردگرد پہاڑ تھے۔ وہاں وہ جگہ بھی دیکھی جہاں ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ وہاں سے تسبیح کے دانے بھی لئے جو کہ مالا کی صورت میں تھے۔ مسجد نبوی کے پاس جنت البقیع بھی گئے جہاں حضور کے بیٹے ابراہیم کو دفن کیا ہوا تھا اور باقی صحابہ بھی مدفون تھے۔ اِسی طرح اُس مبارک زمین میں جہاں ہمارے پیارے محمد ﷺ کا ٹھکانہ ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ اِس سرزمین پر نُور ہی نُور ہے۔

غرض مکہ اور مدینہ کا ہر مقام ہم نے دیکھا اور واپسی کا عزم کیا۔ راستے میں ریاض شہر میں ایک دن ایک پاکستانی ہوٹل میں پاکستانی کھانا، گرم گرم تنور کی روٹیاں، آلو گوشت اور دال ماش کھائی بہت مزہ آیا۔ واپسی پر ابوظہبی، شارجہ اور دوبئ بھی دیکھے۔ دوبئ میں دو دن قیام کیا۔ میرے بچے نے عمرہ بھی کروایا اور سارے عرب کی سیر بھی کروائی۔ بہت خوبصورت، خوب سیرت اور اچھا نوجوان تھا۔ دینی و دنیاوی تعلیم سے مرصع، ماں باپ کا فرمانبردار، سچا، صابر اور اعلیٰ اخلاق کا مالک تھا۔ کبھی ماں باپ کے آگے اُف تک نہیں کیا۔ آج اس دنیا میں نہیں ہے۔ انچاس سال کا تھا کہ ہمیں داغِ مفارقت دے گیا۔ اُسکی یادیں اور اُسکے ساتھ اِس حسین سفر کی نہ مٹنے والی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحیم ذات اُسے جنت الفردوس میں جگہ دے جہاں اُس جنت میں نیچے نہریں بہتی ہوں آمین ثم آمین۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایسا بیٹا دے۔ نیک شریف، عبادت گزار کسی کو دکھ نہ دینے والا، ہر ایک کی مدد کرنے والا، ہر بات درگزر کرنے والا، قابل اور لائق۔ اللہ تعالیٰ اُسکے درجات بلند کرے۔ ماں باپ کی صحت وزندگی کے لئے دُعا کرتے کرتے خود چلا گیا۔ کیا کیا جائے اللہ کی رضا پر ہم راضی ہیں۔ اُسی نے ہی دیا تھا وہ ہی لے گیا۔

دِل میں درد اُٹھتا ہے، آنسو بھر آئے بیٹھے بیٹھے نہ جانے کون یاد آتے ہیں
جگر زخمی ہے دل گھبراتا ہے جب اُسکا وقتِ رخصت یاد آتا ہے

(ٹائپنگ: شازیہ سیّد)

قارئین رسالہ ''النور'' متوجہ ہوں

انشاءاللہ امسال رسالہ النور کا ماہ جولائی کا شمارہ

رمضان المبارک

کے مرکزی عنوان کے تحت ترتیب دیا جائے گا، برائے مہربانی اس عنوان پر مضامین، منظوم کلام، اقتباسات و دیگر معلومات

مورخہ 15 جون 2012

تک درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں:

karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette

15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

جزاکم اللہ احسن الجزاء

ہم جلسہ سالانہ پر کیوں آرہے ہیں؟

سید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ نہ صرف یہ کہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے بلکہ یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک بہت بڑا واضح ثبوت بھی ہے۔ 1891ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تو اسکے ساتھ ہی اسکے اغراض و مقاصد کو بھی یوں بیان فرمایا کہ:

''اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اس میں آملیں گی''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 341)

جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خواہ کسی ملک میں بھی ہو یہ جماعت احمدیہ کی ہر آن ترقی کا آئینہ دار ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ ہر سال جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر اور اسکے علاوہ جن جن ممالک میں حضور بنفس نفیس تشریف لے جا کر جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار فرماتے ہیں اور اس موقع پر جو ہدایات و نصائح ہوتی ہیں اسکے ساتھ ساتھ دنیا میں پھیلی ہوئی جماعتوں کی ترقی کا ذکر ہوتا ہے وہ ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بھی ہوتا ہے۔

مرکزی جلسہ کی ابتداء تو قادیان دارالامان میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی اس وقت ہوئی جب آپ کو جاننے والا بھی کوئی نہ تھا، اور خدا تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ لوگ دور دور سے یہاں آئیں گے اور راستوں پر بھی نشان پڑ جائیں گے۔ اور اس جلسہ کی بنیادی اینٹ بھی خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ تبھی خدا تعالیٰ کے فضل سے نامساعد حالات ہونے کے باوجود بھی خدا تعالیٰ نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے اور ؏

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

کا نظارہ تمام عالمگیر جماعت احمدیہ ہر وقت اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔

جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب ہر ملک میں ہونے لگا ہے اور بعض جگہ تو اس شجرہ طیّبہ کی شاخیں اس قدر پھیل چکی ہیں کہ قومیں اسکے تلے آکر برکتیں حاصل کر رہی ہیں۔ قادیان سے نکل کر ربوہ پاکستان میں۔ پھر انڈونیشیا۔ پھر گھانا۔ مغربی افریقہ کے ممالک اور امریکہ۔ یورپ۔ وسطی ایشیاء کے ممالک میں یہ شجرہ طیّبہ اپنے پھل لا رہی ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

یہ صرف دعویٰ ہی نہیں۔ کروڑوں انسان اس پر گواہ ہیں۔ اور ہر سال جلسہ یوکے کے نظارے ایم ٹی اے پر دیکھنے والے اپنے ہوں یا پرائے اسکے گواہ بنتے چلے جا رہے ہیں۔

جماعت ہائے امریکہ کا وفد ہر سال یوکے کے جلسہ پر شامل ہو کر برکتیں حاصل کرتا ہے اسکے علاوہ 2008ء میں جب جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر خلافت کے سو سال پورا ہونے پر شکرانے کے طور پر ہر ملک میں جلسے کر رہی تھی ہمیں (امریکہ کے وفد کو) غانا۔ مغربی افریقہ کے جلسہ میں شامل ہونے کی بھی توفیق ملی۔ جب حضور انور نے وہاں جمعہ کا خطبہ دیا۔ مرد و زن کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پایا۔ اس قدر گرمی کے باوجود کھلے آسمان کے نیچے سب نے جمعہ کی نماز پڑھی اور یوں لگ رہا تھا کہ گویا حج میں عرفات کا سماں ہے۔

امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ امریکہ کا جلسہ سالانہ 29۔30 جون اور یکم جولائی 2012ء کو ہونا مقرر ہوا ہے۔ اور اس جلسہ کو ایک غیر معمولی اہمیت یہ بھی حاصل ہے کہ ہمارے پیارے امام حضرت سیدنا مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس بھی اسے برکت بخشنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کو حق تعالیٰ سے خاص تائید و نصرت حاصل ہو۔ آمین۔

اس تاریخی موقعہ پر جو کہ جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''فذکر'' کے تحت کچھ باتیں لکھ دی جائیں تا کہ سب شاملینِ جلسہ ان پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف برکتیں حاصل کریں بلکہ یہ باتیں ان کے ازدیاد ایمان کا بھی باعث بنیں۔ و باللہ التوفیق۔

اس سوال کا جواب کہ ہم جلسہ سالانہ پر کیوں آرہے ہیں؟ ظاہری بات ہے کہ اُن مقاصد کی تکمیل کے لئے جو اس جلسہ کی غرض و غایت حضرت اقدس مسیح موعود

نے بیان فرمائی ہے کو پورا کرنے کے لئے جلسہ میں آرہے ہیں اور وہ کیا ہیں:

''ربّانی باتیں سننے کے لئے۔حقائق و معارف سننے کے لئے۔ایمان، معرفت اور یقین میں ترقی کے لئے۔دعائیں کرنے کے لئے۔پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے اپنے نئے اور پرانے بھائیوں، دوستوں اور عزیزوں سے ملاقات کے لئے۔تاکہ آپس میں پیار و محبت بڑھے اور اتفاق و اتحاد کا موجب ہو۔اُن لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کے لئے جو دوران سال اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔خشکی۔اجنبیت اور نفاق کو دور کرنے کے لئے''۔(روحانی خزائن جلد چار صفحہ 352)

یہ چند ایک فوائد اور غرض و غایت جلسہ سالانہ کی ہیں جسے حضرت اقدسؑ نے آسمانی فیصلہ میں خود بیان فرمایا ہے۔

لہٰذا انہی فوائد کو حاصل کرنے کی غرض سے اور نیت سے اس جلسہ میں شامل ہونا چاہئے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے 1893ء کا جلسہ سالانہ ایک دفعہ ملتوی بھی کر دیا تھا کیوں کہ آپ نے دیکھا کہ جلسہ سالانہ کی غرض و غایت پوری نہیں ہو رہی۔اسلئے بھی یہ ضروری ہے کہ جلسہ سالانہ پر ہر آنے والا ان مقاصد کو پیش نظر رکھ کر جلسہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے والا ہو جو حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

''پس اے نادانو! خوب سمجھو۔اے غافلو! خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی، ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے اور رسول کریم ﷺ کے پاک جوئے کے نیچے صدقِ دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے۔۔۔''فرماتے ہیں

''مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے۔۔اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے''۔(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 45۔444)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی متعدد بار افراد جماعت کو ان جلسوں سے بھرپور استفادہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے آپ کی ہدایات میں سے چند درج ذیل ہیں:

اوّل: جلسہ کی تمام تقاریر خاموشی سے سنیں

فرمایا:''حضرت مسیح موعودؑ معرفت کی باتیں خود ہی بیان کر دیا کرتے تھے اور اس زمانے میں حقائق بھی پتہ چلتے رہتے تھے لیکن اب بھی جو ارشادات آپ نے بیان فرمائے انہیں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔انہی کو سمجھتے ہوئے، انہی تفسیروں پر عمل کرتے ہوئے ماشاء اللہ علماء بڑی تیاری کر کے جہاں جہاں بھی دنیا میں جلسے ہوتے ہیں اپنی تقاریر کرتے ہیں، خطابات کرتے ہیں اور یہ باتیں بتاتے ہیں تو آج بھی ان جلسوں کی اس اہمیت کو سامنے رکھنا چاہئے وہی اہمیت آج بھی ہے اور تقاریر جب ہو رہی ہوں تو ان کے دوران تقاریر کو خاموشی سے سننا چاہئے''۔

پس پہلی نصیحت یہ ہے کہ جلسہ کی تمام تقاریر کو خاموشی سے سننا چاہئے۔یہ نہیں کرنا چاہئے کہ فلاں کی تقریر سنی ہے فلاں کی نہیں، جلسہ کی سب تقاریر سننی چاہئیں اور وہ بھی خاموشی کے ساتھ۔

یہاں پر ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ بعض اوقات ہمارے ساتھ چھوٹے بچے ہوتے ہیں جو شور کرتے ہیں، یا رونا شروع کر دیتے ہیں، یا کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔یہ سب چیزیں جلسہ کے آداب کے خلاف ہیں۔اسلئے والدین سے ضروری گزارش ہے کہ ایسے چھوٹے بچوں کو جو شور کرتے ہوں، رونے کی عمر والے ہوں انہیں جلسہ کی سٹیج کے سامنے لے کر نہ بیٹھیں اگر وہ شور کریں یا روئیں تو خاموشی سے انہیں لے کر باہر چلے جائیں۔اگر آپ ایسے بچوں کے ساتھ سٹیج کے سامنے اور نزدیک بیٹھیں گے تو پھر اُن کے رونے پر سارے سامعین اور مقررین بھی disturb ہوں گے۔

دوم: اپنا وقت دعاؤں اور ذکر الٰہی میں گزاریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:''حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دعائیں آج بھی شاملین جلسہ کے لئے برکت کا باعث ہیں کیونکہ آپ نے اپنے ماننے والوں کے لئے جو نیکیوں پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی سچی محبت دل میں رکھتے ہیں قیامت تک کے لئے دعائیں کی ہیں پھر یہاں آ کر ایک دوسرے کی دعاؤں سے بھی حصہ لیتے''۔اس میں حضور انور نے نصیحت فرمائی کہ ایک تو شامل ہونے سے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے حصہ ملے گا، دوسرے یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنا وقت بھی دعاؤں اور ذکر الٰہی میں صرف کریں۔جن جن نے بھی آپ کو دعاؤں کے لئے کہا ہے اُن کے لئے بھی دعائیں کریں''۔

حضور انور مزید فرماتے ہیں:''پھر آپس میں اس طرح گھلنے ملنے سے، اکٹھے ہونے سے محبت و اخوت بھی قائم ہوتی ہے۔آپس میں تعلق اور پیار بھی بڑھتا ہے اور بعض دفعہ حقیقی رشتہ داریاں بھی قائم ہو جاتی ہیں کیونکہ بہت سے تعلق پیدا ہوتے ہیں، رشتے ناطے کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں اور اس سے جماعت میں جو مضبوطی پیدا ہونی چاہئے وہ پیدا ہوتی ہے۔اور اجنبیت بھی دور ہوتی ہے ایک دوسرے کے لئے

بغض و کینے کم ہوتے ہیں اور جب ایسی باتوں کا، آپس میں لوگوں کی رنجشوں کا پتہ لگتا ہے تو اُن کے لئے بھی دعائیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔"

سوم: یہ معاملہ ایمان کا ہے

حضور نے مزید فرمایا کہ۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: " سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئے۔ پورے غور و فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے اس میں سستی، غفلت، اور عدم توجہ بہت سے برے نتائج پیدا کرتی ہے۔۔۔۔ پس یاد رکھو جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا"۔ (الحکم 10 مارچ 1902ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اس بیان پر فرماتے ہیں کہ " دیکھیں کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا ان لوگوں کے لئے جو جلسہ پر آ کر پھر جلسہ کی کارروائی کو توجہ سے نہیں سنتے تو ایسے لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ باوجود کان اور دل رکھنے کے نہ سننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ رحم کرے اور ہر احمدی کو اس سے بچائے"۔

چہارم: مہمان نوازی

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں " جہاں خدمت کرنے والے کارکنان مہمانوں کی خدمت کے لئے پوری محنت سے خدمت انجام دے رہے ہیں وہاں مہمانوں کا بھی فرض ہے کہ مہمان ہونے کا حق ادا کریں اور جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ جو پاک تبدیلیاں ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کو اپنے او پر لاگو کرنے کی کوشش کریں"

پنجم: ہر ایک کو السلام علیکم کرو

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کون سا اسلام بہتر ہے فرمایا ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر اس شخص کو جسے تم جانتے ہو یا نہیں جانتے، سلام کہو۔

حضرت امیر المومنین اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ!" تو جب اسطرح سلام کا رواج ہوگا تو آپس میں محبت بڑھے گی اور انشاء اللہ جب آپ ایکدوسرے کو سلام کر رہے ہوں گے، ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آ رہی ہوں گی تو یہ جلسہ محبت کے سفیروں کا جلسہ بن جائے گا۔"

ششم: نمازوں کی ادئیگی اور جلسہ گاہ کے تقدس کا خیال

جلسہ سالانہ کے دنوں میں چونکہ نمازوں کی ادائیگی جلسہ گاہ میں ہوتی ہے تو یہ جلسہ گاہ مسجد کا ہی متبادل ہو جاتا ہے اسلئے ایک تو پوری کوشش کریں کہ سب کو نماز باجماعت میں شامل ہونا چاہئے۔ سوائے اُن کے جو ڈیوٹی پر ہوں۔ ڈیوٹی والے احباب کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ بھی جہاں تک ممکن ہو سکے نماز باجماعت ادا کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

" جلسہ کے ایام ذکر الٰہی اور درود شریف پڑھتے ہوئے گزاریں اور التزام کے ساتھ بڑی باقاعدگی کے ساتھ توجہ کے ساتھ نماز باجماعت کی پابندی کریں"۔

ہفتم: نمازوں اور جلسے کے دوران بچوں کو خاموش رکھیں

حضور فرماتے ہیں کہ " ڈیوٹی والے اس چیز کا بھی خاص خیال رکھیں اور مائیں اور باپ بھی اس کا بہت خیال رکھیں اور ڈیوٹی والوں سے اس سلسلہ میں تعاون کریں۔ جو جگہیں بچوں کے لئے بنائی گئی ہیں وہاں جا کے چھوٹے بچوں کو بٹھائیں تا کہ باقی جلسہ سننے والے ڈسٹرب نہ ہوں"۔

یہ بات بہت اہم ہے اسی وجہ سے اسے دوبارہ لکھا گیا ہے کہ جلسہ کے دوران مکمل خاموشی ہونی چاہئے، نمازوں کے دوران بھی۔ والدین خود بھی اپنے بچوں کو اپنے ساتھ رکھیں اگر وہ شور ڈالیں، روئیں، یا تنگ کریں تو انہیں لے کر خاموشی سے جلسہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

نمازوں کے دوران بھی اگر بچہ رونے لگا ہے تو اسے اسی وقت باہر لے جائیں اسکے مسلسل رونے سے اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ آپ کو اپنی نماز توڑنا نہیں چاہیئے تو آپ کی نماز پر توجہ اسکے رونے سے ہٹ جائے گی اور دوسرے لوگ بھی اسے پسند نہ کریں گے۔

ہشتم: نعرے

نعرے لگانے چاہئیں جب ضرورت ہو اور موقعہ ہو۔ ورنہ اچھا نہیں رہتا، نعروں کے لئے مرکزی انتظام ہوتا ہے اسلئے کوشش کریں کہ کوئی از خود نعرے نہ لگائے۔

نہم: جماعتی روایات کا خیال رکھیں

خواتین بھی گھومنے پھرنے میں احتیاط اور پردے کی رعایت رکھیں۔ چھوٹے بچوں میں بھی ان دنوں میں خاص طور پر جماعتی روایات کا خیال رکھنے کے لئے ٹوپی پہننے کی عادت ڈالیں۔ ایسے بچے جو نمازیں پڑھنے کی عمر کے ہیں اور اسی طرح ایسی بچیاں جو اس عمر کی ہیں ان کو سر پر چھوٹا سا دوپٹہ بھی لے کر دینا چاہئے بجائے اس کے کہ یہاں کا لباس پہن کر پھریں۔

دہم: حفاظت (Securtiy)

حضور فرماتے ہیں: "حفاظتی طور پر بھی خاص نگرانی کا خیال رکھنا چاہئے۔ اپنے ماحول پر گہری نظر رکھیں یہ ہر ایک کا فرض ہے اجنبی آدمی یا کوئی ایسا شخص آپ دیکھیں جس پر شک ہو تو متعلقہ شعبہ کو اطلاع دیں لیکن خود کسی سے اس طرح نہ پیش آئیں جس سے کسی قسم کا چھیڑ چھاڑ کا خطرہ پیدا ہو اور آگے لڑائی جھگڑے کا خطرہ پیدا ہو۔ لیکن اطلاع کا وقت نہیں ہے تو پھر اس کا بہترین حل یہی ہے کہ آپ اس شخص کے ساتھ ساتھ ہو جائیں اسکے قریب رہیں۔ تو ہر شخص اسطرح سیکیورٹی کی نظر سے دیکھتا رہے تو بہت سارا مسئلہ تو اسی طرح حل ہو جاتا ہے۔۔۔

اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو چیکنگ سخت ہو رہی ہو تو مکمل تعاون کرنا چاہئے خاص طور پر عورتوں کو کہ وہ عام طور پر جلدی بے صبری ہو جاتی ہیں اسلئے ہماری حفاظت کے نقطہ نظر سے ہی یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے اسلئے تعاون ہر ایک پر فرض ہے۔

متفرق امور جن کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے:

1۔ کھانے کا ضیاع مت کریں

کھانا اتنا ہی لیں جتنا کھانا ہے۔ عام طور پر پلیٹیں بھری جاتی ہیں پھر اگر وہ حسب منشا نہیں ہے۔ یا کوئی اور صورت ہوتی ہے، پوری پلیٹ نہیں کھائی جا رہی تو پھینک دیا جاتا ہے۔ بچوں کی پلیٹ میں بھی خود ڈال کر دیں۔ بچے کھانے کا بہت ضیاع کرتے ہیں۔ بچوں کو بار بار یہ سمجھایا بھی جائے کہ کھانے کا ضیاع نہیں کرنا۔ اگر آپ نے کھانا کم لیا ہے تو آپ دوبارہ لے سکتے ہیں سہ بارہ لے سکتے ہیں۔ لیکن ایک دفعہ زیادہ لے کر نہ کھائیں اور پھینک دیں۔ یہ زیادتی ہے۔ اسکی طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

2۔ قیمتی اشیاء، نقدی، پیسوں وغیرہ کی حفاظت کرنا آپ کا اپنا فرض ہے

3۔ اگر آپ کو کوئی گمشدہ چیز ملے تو وہ فوراً lost and found میں پہنچا دیں

4۔ جلسہ کی رجسٹریشن کے وقت جو شناختی کارڈ آپ کو دیا گیا ہے اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھیں اس کارڈ کے بغیر آپ جلسہ گاہ میں داخل نہ ہو سکیں گے اور نہ ڈائننگ ایریا اور دوسری جگہوں پر۔

5۔ ڈسپلن کے شعبہ سے خواہ وہ جلسہ گاہ کے اندر ہے یا باہر۔ اُن سے تعاون کریں اور تعاون کا بہترین طریق یہ ہے کہ دوران جلسہ آپ جلسہ گاہ کے اندر خاموشی سے بیٹھ کر جلسے کی کارروائی سنیں۔ ٹولیوں اور گروپوں کی صورت میں باہر کسی جگہ نہ گفتگو کریں نہ ہی بیٹھیں خاص طور پر ڈائننگ ایریا، بک سٹالوں پر، نمائش کی جگہ یا اور دوسری جگہوں پر۔ اگر منتظمین جلسہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ "جلسہ گاہ میں چلیں" تو ان سے تعاون فرمائیں۔

اگر ڈیوٹی والے کسی کارکن نے آپ کو یا آپ کے بچہ کو خاموش ہونے کے لئے کہا ہے تو اس سے بھی بھر پور تعاون کریں اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اس سے جھگڑا مت کریں۔

6۔ صفائی کے متعلق بھی اسلامی ہدایات کو سامنے رکھیں۔ اس سلسلہ میں اگر آپ کسی جگہ یہ دیکھیں کہ یہاں صفائی نہیں ہے تو خود بھی حصہ لے کر اس جگہ کی صفائی کر دیں یہ نہیں کہ کارکن جب آئے گا وہی صفائی کرے گا۔ بلکہ اگر چھوٹی موٹی صفائی کی ضرورت ہے تو خود کر لیں۔

7۔ فضول گفتگو سے بھی اجتناب کریں۔

8۔ جب اذان ہو جائے تو خاموشی کے ساتھ نماز کی جگہ پر آئیں۔ اور خاموشی سے ہی امام کا انتظار کریں۔ بعض اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ نماز میں انتظار کے دوران بہت سے لوگ اپنی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے ایک تو ان لوگوں کو جو ذکر الٰہی اور نوافل میں مصروف ہوتے ہیں آپ انہیں ڈسٹرب کر رہے ہوتے ہیں دوسرے گفتگو کر کے آپ اپنا خود روحانی نقصان بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ

الدعا لا یرد بین الاذان والاقامة ۔۔ کہ اذان کے بعد اقامت کہنے تک کے دوران کی گئیں دعائیں خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ پاتی ہیں تو اس وقت کو جو قبولیت دعا کا وقت ہے اس سے بھر پور فائدہ اٹھائیں۔

9۔ دوران جلسہ اگر کسی غیر مسلم یا غیر از جماعت کی تقریر ہو رہی ہو اور آپ کو اسکی کوئی بات پسند آئے تو تالیوں کی بجائے جو ہماری روایات ہیں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا۔ ماشاء اللہ وغیرہ کہنا چاہئے۔ حضور فرماتے ہیں "تالیاں بجانا ہمارا شعار نہیں ہے"

10۔ اس سلسلہ میں آخری بات یہ کہنی چاہوں گا کہ جلسہ کے بابرکت ہونے کا میاب ہونے اور جلسہ کے منتظمین کے لئے بھی دعائیں کریں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک پر اپنا فضل فرمائے، ہر ایک کو بہتر رنگ میں کام کی توفیق دے۔ اور سب کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا وارث کرے۔

جلسہ پر آنے والے صرف میلے کی صورت میں اکٹھا ہو جانے کا تصور لے کر نہ آئیں۔ جلسہ کی تقاریر کو پورے غور اور توجہ سے سنیں۔

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے 30 جولائی 2004ء کے خطبہ جمعہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

میرا بھائی قریشی محمود احمد

منظور النساء سابق لیکچرار عربی جامعہ نُصرت ربوہ

میرے بھائی محمود احمد قریشی حضرت قریشی اسماعیل مُعتبر صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے۔ حضرت غلام قادر آف مَلسیاں جالندھر صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور نانا جان حضرت امام بخش صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے اور حضرت قریشی محمد علی اظہر صحابی حضرت مسیح موعود کے بھتیجے تھے۔

ہمیں اپنے ان سب بزرگوں پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں امام زمان کو ماننے کی توفیق عطاء کی۔ بھائی محمود نے ایک مختصر سی علالت کے بعد 23 فروری 2012 کو خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعُون۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا۔ اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ کرسی پر بیٹھے ہی تھے کہ کرسی اُلٹ گئی اور آپ کا سر پیچھے دیوار سے لگا اور گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس حادثہ کے بعد چند دن بیمار رہ کر فوت ہوگئے۔ ہمارے خاندان کے لیے ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ موت کا وقت معین ہے۔ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں۔

آپ کے دو بیٹے حامد محمود اور وقاص محمود ہیں اور ایک بیٹی نبیلہ ہیں۔ تینوں خدا کے فضل سے شادی شدہ ہیں اور آپ کی بیوی محترمہ امتہ الرحمان طاہرہ ہیں جو لجنہ سمن آباد لاہور کی فعّال ممبر رہی ہیں اور آپکے سات پوتے اور پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ ہم چار بہنیں اور چار بھائی تھے۔ اب یہ میرے دوسرے بھائی اللہ کو پیارے ہوئے۔ ان سے پہلے میرے بڑا بھائی مقبول احمد قریشی اور بڑی بہن صفیہ خاتون وفات پا چکے ہیں۔ تین بہنیں امتہ القیوم آف لندن۔ امتہ الحفیظ میری لینڈ اور میں منظور النساء نعمانی (والدہ نعیم احمد نعمانی) حیات ہیں اور میرے دو بھائی مسعود احمد قریشی مقیم نیوجرسی اور شجاع الدین مقیم کراچی حیات ہیں۔

والد صاحب کا قیام قادیان اور ابتدائی تعلیم

میرے والد صاحب قریشی محمد اسماعیل معتبر صاحب نے ابتدائی تعلیم مَلسیاں ضلع جالندھر میں حاصل کی۔ کیونکہ میرے دادا جان حضرت غلام قادر صاحب جالندھر میں سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور اپنے تین بیٹوں ابا جان۔ تایا جان محمد علی اظہر اور محمد حسن کے ساتھ رہتے تھے۔ ابّا بہت ہی چھوٹے تھے جب انکی والدہ میری دادی جان وفات پا گئیں اور میرے دادا نے ہی تینوں بیٹوں کو پالا۔ نوکر چاکر گھر میں تھے۔ میرے دادا نے ساری توجہ اپنے بیٹوں کی تعلیم اور پرورش پر لگا دی۔ حضرت یعقوب علی عرفانی صحابی حضرت مسیح موعودؑ اور ایڈیٹر الحکم تھے۔ آپ میرے دادا کو الحکم بھیجتے رہتے اور پڑھ کر اُن پر بہت اچھا اثر ہوا اور آپ نے اپنے دو بیٹے محمد اسماعیل عمر ۱۴ سال اور تایا محمد علی اظہر عمر 16 سال قادیان میں مولوی یعقوب علی عرفانی رحمہ اللہ کے پاس بھیجے تا کہ قادیان میں انکی تعلیم مکمل ہو۔ جب ابّا اور تایا جان قادیان پہنچے تو حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے پاس لے گئے اور آپ دونوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میرے ابّا اور تایا کے بیعت کرنے کے پندرہ دن بعد میرے دادا غلام قادر رحمہ اللہ بھی جالندھر سے قادیان تشریف لائے اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپکی قبر تو جالندھر میں ہے مگر دادا کے نام کا کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔

قیام قادیان اور ہجرت

ہم سب بہن بھائی ۱۹۳۶ میں قادیان میں اپنے گھر آ گئے۔ یہ گھر ابّا جان نے اپنے بھائی محمد علی اظہر کے گھر کے ساتھ محلہ دارالرحمت میں بنوایا تھا۔ ابا جان قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈلہوزی کشمیر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے لیے کالج میں داخل ہونے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہوکر آپ کو آرڈیننس ڈپو میں آڈیٹر کے طور پر ملازمت ملی اور پھر میری والدہ محترمہ صغریٰ بی بی کے ساتھ شادی ہوئی اور ہم بچے ہوئے تو ابا کی تبدیلی دہلی۔ جبلپور۔ فیروزپور۔ راولپنڈی۔ لاہور اور کوئٹہ ہوتی رہی اور ہم ابا کے ساتھ ساتھ رہے۔ آخر کار ابا جان نے قادیان گھر بنوا کر جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے ہم کو قادیان بھیج دیا تا کہ وہاں کے ماحول میں دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کرسکیں۔ قادیان کا ماحول نہایت پاکیزہ تھا۔ میں وہاں کچی (KG) میں داخل ہوئی اور

بھائی محمود دوسری میں تھے۔اسی طرح میری ساری بہنیں نصرت گرلز سکول میں اور بھائی تعلیم الاسلام سکول قادیان میں داخل ہو گئے اور ابا جان سال میں دو دفعہ قادیان آیا کرتے تھے۔ ہماری والدہ محترمہ صغری بی بی نے بڑے احسن طریق سے ہماری پرورش کی۔ہم سب بہن بھائیوں کو خدا کے فضل سے پنجگانہ نمازوں کا عادی بنایا۔قرآن و حدیث کا درس دیا۔ ہمارے گھر کا ماحول نہایت پاکیزہ تھا۔جھوٹ اور بُری باتوں سے دور کا واسطہ نہ تھا۔ہم آٹھ بہن بھائی تھے مگر میری والدہ نے بہت محنت سے ہم کو پالا اور اعلی قدروں کا عادی بنایا اور نیک نمونہ دکھایا۔امی جان کو خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بے حد عشق تھا۔ پیار تھا۔وہ اکثر ہم بہن بھائیوں کو حضرت امّاں جان اُمّی جان اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے ملانے کے لیے لے جاتیں۔ جہاں ہم حضرت امّاں جان کا پیار اور اُنکی مخلصانہ نصائح سے مستفید ہوتے تھے۔وہ اکثر ہم لڑکیوں کو خاوند کی خدمت کرنے اور اطاعت کا درس دیتیں اور گھر سنبھالنے کے طریق بتاتی تھیں۔میں اُس وقت چھوٹی تھی مگر بڑی بہنوں کے ساتھ بیٹھ کر امّاں جان کی دل کو لبھانے والی باتیں سنتی رہتی تھی۔جب ہم ملاقات کے لیے جاتے تو کئی دفعہ خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالی عنہ سے ملاقات ہو جاتی۔اور ہمارا ایمان تازہ ہو جاتا۔اور دل مطمئن۔

میں نے ساتویں کلاس پاس کی اور بھائی محمود احمد نے دسویں کی تھی کہ پارٹیشن ہو گئی۔ضلع گورداسپور انڈیا میں چلا گیا اور سکھوں نے شرارتیں شروع کر دیں۔ایک رات سکھوں نے حملہ کر دیا تو ہم کو حکم ہوا کہ بورڈنگ ہاؤس میں جمع ہو جاؤ۔ ہمارے تایا جان نے کہا کہ سکھ قریب آ گئے ہیں جلدی سے نکلو۔خیر ہم کچھ لیے بغیر جس طرح گھر میں بیٹھے تھے بورڈنگ روانہ ہو گئے۔اس وقت میری والدہ نے میرے اس پیارے سے بھائی محمود کے بُوٹ جو نئے تھے مجھے پہنا دیے۔حالانکہ میری بہت ہی پسندیدہ چپل میرے پاؤں میں تھی۔کہنے لگیں کہ جلدی سے یہ محمود کے جوتے پہن لو۔یہ نئے ہیں اور تمہاری جوتی پرانی ہو گئی ہے۔وہ میرے تھوڑے سے کھلے تھے مگر واقعی نئے تھے میں نے پہن لیے اور اسی طرح بورڈنگ پہنچے تو آٹھ دس دن وہاں رہے۔شکر ہے کہ بورڈنگ ہاؤس میں سال کی گندم پڑی تھی۔وہاں دیگوں میں گندم ابال لیتے تھے اور نمک ڈال کر ابالتے اور یہ اُبلی ہوئی گندم (جسے پنجابی میں ہم گُنگنیاں) کہتے ہیں کھا کر گذارہ کرتے رہے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ ہم کو ایک وقت بھی بھوکا نہیں رہنے دیا۔آخر ہمارے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے ٹرکوں کا قافلہ بھیجا جن میں ہم بیٹھ کر لاہور جودھامل بلڈنگ پہنچے اور وہاں سے میری لاہور والی خالہ جو گڑھی شاہو میں رہتی تھیں، اپنے گھر لے گئیں۔ابّا جان اس وقت انڈیا میں جھانسی میں تھے۔آپ سے پوچھا گیا کہ انڈیا میں رہنا ہے یا پاکستان جانا ہے۔ابا جان نے کہا میری فیملی لاہور سے قادیان جا چکی ہے۔میں بھی پاکستان جاؤنگا۔چنانچہ ابا جان کی تبدیلی کوئٹہ ہو گئی ابا جان لاہور بذریعہ ہوائی جہاز آ گئے اور ہم کو لے کر کوئٹہ چلے گئے۔میں آٹھویں میں اور بھائی دسویں میں پڑھ رہے تھے کہ ابا جان ایک ہی سال بعد ریٹائر ہو گئے اور ابا جان نے خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالی عنہ کو خط لکھا کہ ان کی ریٹائرمنٹ کے آرڈر آ گئے ہیں۔میں نے ساری عمر آڈیٹر کے طور پر کام کیا ہے اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو میں اپنی بقیہ زندگی وقف کرتا ہوں۔حضور نے فوری ربوہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔آپ ربوہ چلے گئے اور حضور نے آپ کو آڈیٹر تحریک جدید مقرر فرمایا اور اپنی آخر عمر تک آڈیٹر تحریک جدید اور کچھ عرصہ آڈیٹر وقف جدید رہنے کے بعد ۱۰ نومبر ۱۹۶۴ کو بعمر ۷۲ سال وفات پائی۔اگلے ہی سال نومبر ۱۹۶۵ میں حضرت مرزا بشیر الدین رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔یہ سال ہمارے اور عالمگیر جماعت کے لیے غم و حزن کا سال تھا۔ہمارے پیارے خلیفہ ۵۲ سال خلافت کے عہدہ پر فائز رہنے کے بعد ہم سے جدا ہوئے جو تمام احباب جماعت کے دلوں کی دھڑکن تھے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

بھائی محمود نے جامعہ احمدیہ ربوہ سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پھر لاہور میں پنجاب یونیورسٹی میں لائبریرین لگ گئے اور وہیں آپ نے ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کرنے کے بعد لاء کا امتحان پاس کیا اور وکیل بنے۔وکیل بننے کے بعد آپ CSS کے امتحان میں بیٹھے اور اعلی نمبروں سے پاس کیا۔آپ کو ڈپٹی کمشنر سیٹلمنٹ لگایا گیا اور اپنی ایمانداری اور خداداد صلاحیت سے بہت عزت حاصل کی۔پھر آپ ایڈیشنل سیٹلمنٹ کمشنر بنے اور سیٹلمنٹ کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔آپ کو جماعت اور خلافت سے بے حد محبت اور وابستگی تھی۔آپ لاہور کی جماعت میں مختلف عہدوں پر رہ کر خدمت بجالاتے رہے۔جسکی تفصیل یہ ہے۔

۱۔سیکرٹری وقف جدید لاہور ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۵

۲۔سیکرٹری تعلیم لاہور ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۱ء

۳۔سیکرٹری تعلیم القرآن ۱۹۸۵ء تا ۲۰۰۶ء

۴۔سیکرٹری وصایا لاہور ۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۶ء

۵۔سیکرٹری زکوۃ لاہور ۱۹۸۵ء تا ۱۹۹۱ء

۶۔نائب امیر جماعت لاہور ۲۰۰۵ء تا ۲۰۱۱ء

۷۔صدر حلقہ سمن آباد ۲۲ سال تک رہے اور خدمت انجام دیتے رہے۔(۱۹۸۳ء تا ۲۰۰۵ء) جماعت میں ہر دلعزیز تھے۔آپ صبح دار الذکر جاتے اور شام گئے واپس گھر آتے تھے۔جتنے سال نائب امیر رہے یہی اُن کا معمول تھا۔

جب احمدیوں کو دو مساجد النور اور مسجد دار الذکر میں نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا

تو میں نے حالات معلوم کرنے کے لیےفون کیا تو کسی نے فون نہ اُٹھایا۔ پھر گھنٹہ گذرا تو میں نے دوبارہ فون کیا تو بھائی نے اٹھایا اور بے حد غمگین اور دھیمی آواز میں بتایا کہ میں نے آج سمن آباد کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی ہے میں دارالذکر میں نہیں تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ غم سے نڈھال ہیں اس لیے میں نے زیادہ بات کرنا مناسب نہ سمجھا اور فون بند کر کے روتی رہی اور آنسو بہتے رہے کیونکہ ان پر کسی کا قابو نہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان لوگوں کی ساری سازشیں اور حیلے ناکام و نامراد ہونگے اور وہ نہیں جانتے تو اب جان لیں کہ

وہ اور ہونگے جو سَیل دریا میں ڈوب مرنے کی ٹھان بیٹھے
ہم ایسی موجوں کی کشمکش میں بڑھا کیے ہیں بڑھا کرینگے

اِس سانحہ نے بھائی محمود کی جیسے کمر ہی توڑ دی۔ بے حد غمگین رہنے لگے اور کہتے تھے میں جمعہ والے دن فلاں فلاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرسی پر بیٹھا کرتا تھا۔ مگر میں اُس دن نہ تھا میرے ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے۔ یہ حسرت ان کے دل میں تھی۔ میرے بھائی ہر جلسہ سالانہ میں خواہ قادیان ہو ربوہ ہو یا لندن، ضرور جاتے تھے۔ اور خلیفہ وقت سے ملاقات کرتے ۔۲۰۰۵ء میں جلسہ قادیان میں بھی حاضر ہوئے اور لندن کے جلسہ ۲۰۱۰ء میں بھی شامل ہوئے اور خلیفہ خامس حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ہر جلسہ پر لندن تشریف لاتے تھے۔ ۲۰۱۱ء کے جلسہ میں کمزوری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ بھائی اور ہم سب اس لحاظ سے اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتے ہیں کہ ہم کو خدا کے فضل سے خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ۔ خلیفہ ثالث رحمہ اللہ تعالیٰ۔ خلیفہ رابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور اب خلیفہ خامس ایدہ اللہ کا دور دیکھنا نصیب ہوا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میرے بھائی محمود احمد قریشی اسم بہ مسمّٰی تھے۔ فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت، عبادت گذار۔ خدمت گذار اور ہر ایک کی مدد کرنے والے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ اقدار کے مالک تھے۔ سب بہن بھائیوں۔ بیوی بچوں اور احباب جماعت لاہور کی محبتیں سمیٹیں۔ کسی کو یہ یاد نہیں کہ تمام زندگی انہوں نے کبھی تو کسی کو سخت لفظ کہا ہو۔ بچپن ہی سے ہم بہن بھائیوں میں بے حد محبت تھی۔ میں نے جب لاہور پنجاب یونیورسٹی سے ماسٹر کیا تو میں دو سال تک بھائی محمود احمد صاحب کے ساتھ رہی۔ اِس وقت ان کی شادی نہ ہوئی تھی۔ ہم دونوں بہن بھائی اکٹھے رہے اور دو سال پیار و محبت سے ایسے گذرے کہ پتہ ہی نہ چلا۔ میں نے آپ کو بے حد محبت کرنے والا۔ عزت کرنے والا اور خدمتِ دین کے لیے ہر وقت تیار پایا۔ ہر ایک کی مدد کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ہر دلعزیز اور صحیح مومن انسان تھے۔ مخلص دوست تھے اپنی رفیقِ حیات کے ساتھ بہت ہی پیار اور مخلصانہ سلوک تھا۔ میں نے کبھی ان کو ایک لفظ بھی سخت کہتے نہیں سنا۔ اپنے بچے آپکے بہن بھائی آپکے دوست سب آپ سے خوش تھے۔ آپکی صحبت میں بیٹھ کر اتنی روحانی خوشی ملتی تھی کہ جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے بیان نہیں۔

آپکی نمازِ جنازہ لاہور میں بیت النور ماڈل ٹاؤن میں امیر جماعت لاہور جناب طاہر احمد ملک نے پڑھائی۔ آپ موصی تھے اور آپکے نے بہت پہلے اپنی پہلی تنخواہ پر ہی ۱۰/۱ کی وصیت کر دی تھی۔ اور میں نے ۱۹۵۷ء میں اپنی پہلی تنخواہ لینے پر ہی وصیت کر دی تھی۔ آپ کی میّت کو ربوہ لے جایا گیا جہاں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ نے مسجد مبارک میں نماز جمعہ کے بعد نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد مکرم شیخ مبارک احمد صاحب نے دعا کروائی۔

آخر میں احبابِ جماعت سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ بھائی صاحب کی بلندی درجات کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے بیوی بچوں۔ بہن بھائیوں اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطاء فرماوے اور ہم سب کا حامی و ناصر اللہ تعالیٰ ہی ہو۔ آمین

مندرجہ ذیل شعر مرزا افضل صاحب کا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہ شعر میرے بھائی محمود احمد قریشی کے لیے کہا ہو۔

وہ اپنی ذات میں ایک بیکراں سمندر تھا
خلوص و مہر و محبت میں ماؤں جیسا تھا

(ٹائپنگ: منشاد احمد نیر)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

’’میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے عقلمند اور مدبر ہو، اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو، ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اُٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا، تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔‘‘

(الفضل 4ستمبر 1937ء صفحہ8)

ماسٹر عبدالقدوس صاحب شہید کی یاد میں

مبارک احمد ظفر

قدوس یارا! خدا نے تینوں ایہہ کیڈا سوہنا انعام دِتّا
تری شہادت تے تیرے مرشد نے تینوں اپنا سلام دِتّا

تُوں جا کھلوتا ایں وچ شہیداں دے سوہنیا ایڈی اُچّی تھاویں
تری اَداواں تے تینوں ربّ نے بڑا ای اُچّا مقام دِتّا

خدا نے تیرے تے چون، چنگی تے رج کے کیتی اے مہربانی
تری حیاتی نوں بھاگ لایا، ہمیشگی تے دوام دِتّا

بئی شاوا شیرا! تری شہادت گواہ بنی اے تیری وفادی
تُوں جان دتّی پر ویریاں نوں نئیں بے گناہاں دا نام دِتّا

تری شہادت نُوں یاد رکھاں گے حشر تیکر اسیں قدوسا!
ظفؔر نے اج اپنا لکھیا ہویا ایہہ سونپ تینوں کلام دِتّا

خدایا تیرے وی واری جایئے کہ وقت دے اس امام نوں اج
وفا دے جذبے چ گُجیا ہویا تُوں وڈّ توں وڈّ اک غلام دِتّا

اسیں تے ھاں ڈھیر خوش نصیبے اوہ جیڑا رکھدا اے مان ساڈا
امام مہدی دی جانشینی چ ربّ نے سانہوں امام دتّا

مبارک ہو مبارک حضرتِ مسرور آئے ہیں

خانم رفیعہ مجید

نئے پھر باغِ مہدی میں وہ بارو بُور آئے ہیں
مبارک ہو مبارک حضرتِ مسرور آئے ہیں

ہمیں دردِ ہجر۔ دورِ یتیمی سے بچانے کو
بفضلِ تعالیٰ پھر سے زندگی کے نُور آئے ہیں

بہاریں یہ خلافت کی سدا پھولیں پھلیں یارب!
پھیلائے جھولیاں دَر پہ تیرے مجبور آئے ہیں

چُھپا جو آفتابِ نُور۔ نابینا چشمِ بینا تھی
درِ رحمت ہوا وا آپ کوہِ طُور آئے ہیں

مجسم حسنِ نُورانی کی اک تصویرِ لاثانی
محمدؐ مصطفٰے کے اُمّتی مسرُور آئے ہیں

چلے آؤ سبھی اَے طالبانِ حق نہ گھبراؤ
طلب میں بادۂ نُوری کے عاشق چُور آئے ہیں

ہلالِ نَو نظر آیا ہے ان دُھندلی فضاؤں میں
مزے اس زندگی کے آج پھر بھرپُور آئے ہیں

خلافت سے وابستگی کے شیریں ثمرات

امتہ الباسط بروکلین

خداوند ذوالجلال والاکرم کی رحمت غیوری اسوقت جوش میں آ کر دنیا کی اصلاح کا ارادہ فرماتی ہے جب دنیا میں ظہر الفساد فی البر والبحر کا عالم ہوتا ہے۔ایسی کیفیت میں وہ کسی شخص کو اپنی جانب سے رسول یا نبی بنا کر مبعوث کرتا ہے جو بہر کیف ایک انسان ہی ہوتا ہے اور لوازماتِ بشری کے تحت اسکی زندگی محدود ہوتی ہے اسلیے یہ ضروری ہوتا کہ خداوند تعالیٰ اس نبی کے مشن کو کامیاب بنانے اور انتہا تک پہنچانے کے لیے اسکی وفات کے بعد بھی کوئی متبادل انتظام کرے جس کے ذریعے نبی کا بویا ہوا بیج اپنے کمال کو پہنچ سکے اور وہ اصلاح جو اللہ تعالیٰ نبی کی بعثت سے پیدا کرنا چاہتا ہے دنیا میں قائم و دائم اور راسخ ہو جائے یہ خدائی نظام جسے نبوت کا اختتام کہنا چاہیے خلافت کا آغاز ہے جس کے لئے خداوند بزرگ وبرتر نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ''جب تک وہ اعمالِ صالحہ بجالاتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اس بات کا ضامن رہے گا کہ انہیں خلافت کی نعمت سے نوازا ہے۔ہم اگر بنظر عمیق مشاہدہ کریں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خلافت کی بدولت ہی اجتماعیت اور مرکزیت کا احساس زندہ ہوتا ہے۔زندہ قومیں ایک مرکز کے ساتھ مظبوطی سے جڑ کر ترقی حاصل کرسکتی ہیں ہماری جماعت کی خوش نصیبی ہے ہمیں ایک خاص نظام خلافت میسر ہے۔خلیفہء وقت کا کام وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے احکامات صادر کرنا ہے اور افرادِ جماعت کا کام انفرادی اور اجتماعی طور پر خلیفہ وَقت کی ہر آواز پر پورے جوش اور ہمت سے لبیک کہنا ہے کیونکہ امام وقت کی آواز دراصل اسلام کی آواز ہے اور اسلام کی آواز خدا کی آواز ہے اس ضمن میں داعی الی اللہ پیدا کرنے کی آواز ہو یا واقفین جماعت پیدا کرنے آواز یا دعائیہ تحریک ہو یا جانی و مالی قربانی کی تحریک ،نماز باجماعت قائم کرنے کی تلقین ہو یا تربیت اولاد کی تحریک ،جھوٹ اور غیبت سے بچنے کی آواز ہو یا بدظنی اور لڑائی جھگڑے جیسی روحانی بیماریوں سے الگ رہنے کی تحریک یا ہمیں عبادت کے معیار بڑھانے کے لیے کہا جائے یا جانی دشمنوں کی اصلاح کے لیے بھی دعا کی تحریک کی جائے ہمیں چاہیے کہ ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی کو خدا کے حصول کی خاطر قربان کرنے والے ہوں اور اپنے ہر عمل کو خلافت سے وابستہ کرتے ہوئے ثابت کردیں کہ

ہماری خوبیٔ قسمت کہ ہم رکنے نہیں پائے ۔۔۔ کسی مشکل کے آگے جھکنے نہیں پائے

وہ ہوتے ہیں ہمیں جیسے جو منزل پر پہنچے ہیں ۔۔۔ ہزاروں راہزن بھی ہوں تو ہم جھکنے نہیں پائے

جب حضرت مسیح الموعودؑ کی وفات ہوئی تو جماعت نے یکمشت حاجی الحرمین حکیم مولانا نورالدین کے ہاتھ پر بیعت کی یہ ایسا وقت تھا جب جماعت پر ایک زلزلے کی کیفیت طاری تھی اور احباب جماعت خوف وہراس سے دوچار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق جماعت کو ان تمام پریشان کن حالات سے نکالا اور ہم نے یہ کامیابی خلافت سے وابستگی کی بنا پر دیکھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جماعت پر ابتلا آئے جو خلافت کی برکت ہی کی بدولت خداوند تعالیٰ کی تائید ونصرت سے دور ہوئے مثال کے طور 1953 کے حالات پیش کیے جاسکتے ہیں جبکہ مخالفین جماعت نے چاہا کہ احمدیت کو دنیا نیست ونابود کر دیا جائے ایسے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خدا کی جانب سے بھرپور مدد کا وعدہ ملا اور حضور فرماتے ہیں کہ ''میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی انگلی اشارہ کررہی ہے کہ وہ میری مدد کے لیے اپنی فوجوں کے ساتھ دوڑا ہوا آرہا ہے''

چنانچہ چشمِ بصیرت رکھنے والی آنکھ بیک نظر اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ افرادِ جماعت کی یکجہتی کا ثمر افواج کی بھرپور مدد کے ذریعے ملا اور یہ خدائی مدد تھی جو جماعت کو محض خلافت سے وابستگی کی برکت سے ملی۔حضرت مصلح الموعودؓ نے فرمایا تھا کہ ''میرے آنے والے خلفاء کو نہایت نامساعد حالات کا مقابلہ کرنا پڑے گا لیکن میں انھیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اگر حکومتیں بھی انکے آڑے آئیں تو ریزہ ریزہ ہوجائیں گی'' چنانچہ 1947 کے حالات اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ اس خداوندِ بزرگ وبرتر نے اس پیشگوئی کو کس شان وشوکت سے پورا فرمایا کہ مضبوط کرسیوں کے دعویدار دنیا سے نیست ونابود ہوگئے اور انکے رفقائے کار کو بھی ذلت وندامت کا منہ دیکھنا پڑا یہ بھی نظام خلافت ہی کی برکت تھی۔معزز قارئین! دور جانے کی ضرورت نہیں کچھ عرصہ قبل 17 اگست 1988 کی بات ہے کہ ایک آمر جس نے ہماری اذانوں پر پہرے بٹھائے جس نے ہم پر مسجد کو مسجد کہنے پر پابندی لگائی جس نے

ہماری عبادت گاہوں پر سے خدا اور خدا کے پیارے رسول محمد ﷺ کا نام مٹوایا لیکن ہمارے پیارے امام خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دوران افراد جماعت کو صبر کی تلقین کچھ یوں کی کہ

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو آفت ظلمت و جور ٹل جائے گی　　آہ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رخ پلٹ جائیگا رت بدل جائے گی

خلیفہ وقت کی آواز پر صبر کا مظاہرہ کرنے کا نتیجہ افرادِ جماعت نے اس شان سے دیکھا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے کیے ہوئے وعدے کے مطابق اس آمر کا نام ونشان تک مٹا دیا اس کامیابی کا ثمر بھی خلافت سے وابستگی کی بنا پر ہم نے پایا۔جشن تشکر منانا بھی خلافت سے وابستگی کی بنا پر ممکن ہوا اس دوران ہمیں دھمکیاں دی گئیں پابندیاں لگائی گئیں لیکن افرادِ جماعت نے خلیفہ وقت کی ہر آواز کو خدائی آواز سمجھتے ہوئے اپنے اعمال سے یہ ثابت کر دیا کہ جو جشنِ تشکر ہم منا رہے ہے یہ جشنِ تشکر ہے ان قربانیوں کا جو ہم نے دنیا اسلام کی خاطر دی ہیں یہ جشن تشکر ہے ان جانی قربانیوں کا جو دینے کے بعد ہم نے تاریخ احمدیت کو اپنے خون جگر سے تحریر کیا ہے یہ جشن تشکر ہے ان دلی جذبات واحساسات کا جن پر کسی قسم کی دھمکی اور پابندی اثر انداز نہیں ہوسکتی۔موجودہ دور میں MTA کا قیام اور پھر اسکے ذریعہ دوسو سے زائد ممالک میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا متعارف کروانا خلافت کا دیا ہوا ایسا پھل ہے جو صرف اور صرف احمدیت کا حصہ ہے۔حاصل بحث یہ کہ سلسلہ خلافت کے ذریعے گلشن احمد کی آبیاری مقدر ہے ہمیں اس رحیم وکریم خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے جس نے احمدیت کی آغوش میں ہمیں پیدا کیا اس نعمت کی قدر کرنا اور اپنے آپکو اسکا مستحق قرار دینا جماعت احمدیہ کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے ہمارا فرض ہے کہ خلافت سے مضبوط تعلق رکھیں خلیفہ وقت کے احکامات اور فیصلوں کو بشاشتِ قلب سے قبول کرنے والے ہوں اپنی اولاد کے دل میں خلافت سے عقیدت اور محبت پیدا کریں اسلیے یہ کہنا ضروری ہے

خلافت کی محبت میں دلوں کو یوں فنا کرنا　　کوئی مسلک اگر رکھنا تو تسلیم ورضا رکھنا

سمعنا واطعنا میں چھپی روح خلافت ہے　　یہ نکتہ بھول مت جانا اسے دل میں بسا رکھنا

خلیفہ خدا بناتا ہے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوتا ہے اسکی قیادت سے جماعت کی ترقی مقدر ہے اسلیے خلافت سے وابستہ رہنے اور خلیفہ وقت کی فرمانبرداری سے ہی جماعت کی ترقی ممکن ہے سلسے کی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ کیسے کیسے نامساعد حالات کے باوجود خلافت کے ذریعے جماعت ترقی کی راہ گامزن رہی اور ہر نیا دن جماعت کے لیے مزید ترقی کا سامان لے کر چڑھا۔خلیفہ جماعت کے لیے ڈھال ہوتا ہے جو جماعت کو ہر فتنہ،مصیبت،پریشانی اور ابتلا سے نکالنے میں مدد ومعاون ہوتا ہے کیونکہ خلفاء کا تعلق براہ راست خداوند بزرگ وبرتر سے ہوتا ہے اللہ رب العزت انکی دعاؤں کو بپایۂ قبولیت بخشتا ہے جس سے مقام خلافت کی اہمیت آشکارا ہوتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری تمام تر کامیابی وترقی کا دارومدار ہی خلافت سے وابستگی پر ہے۔سوائے شجر احمدیت کی زندہ اور سرسبز شاخو!خلافت سے وابستگی ہمارا شعار ہونا چاہئے اپنی نسل در نسل کو خلافت سے وابستگی کی تلقین ہمارا شیوہ ہونا چاہیے تا وہ دن نزدیک سے نزدیک تر ہوتے چلے جائیں جب ہر جانب اسلام کا غلبہ ہو مشکلات کے بادل چھٹ جائیں اور فرشتے آسمان سے ہمارے لیے ترقی والی نئی زمین اور عظمت وسطوت والا نیا پیدا کردیں اور اِذَا جَآءَ نصر اللہ والفتح کا نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔آمین اللّٰھم آمین۔آیئے ہم خلافت سے وابستہ رہنے کا عہد کرتے ہوئے خداوند برتر کے حضور فریاد کناں ہو جائیں کہ اے علام الغیوب تیرے علم کا احاطہ کیا ہوا ہے تو سینوں کے باریک در باریک بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں حتیٰ کہ دلوں اور دماغوں میں اٹھنے والے خیالات سے بھی آگاہ ہے اے رب العزت تمام لوگوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا تو ہمیں اپنی مدد،اپنے سہارے اور اپنی تائید ونصرت سے محروم نہ کرنا۔اسطرح سے جب ہم اپنی فریاد اور گریہ وزاری کریں گے تو وہ دن ضرور آئے گا جب رحمت خداوندی ہم پر جھکے گی اس کی شفقت کا ہاتھ ہمارے آنسو پونچھے گا اسکی محبت کی بانہیں ہماری گردنوں کا ہار بن جائیں گی اور اس کے پیار کی سرگوشیاں ہمیں سنائی دیں گی کیونکہ

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت　　اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور　　ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے۔

ٹائپنگ: شازیہ سید